

بدھ دیو جی کی سوانح عمری

اور

بودھ دھرم کا بیان

پہلا حصہ

جس میں پیدائش سے سادھنا اور سدھی تک کے حالات درج ہیں

مترجمہ

شری دھرم پرکاش جی پرچارک بودھ دھرم

سنہ ۱۹۲۳ء

کاشی رام پریس لاہور میں باہتمام لالہ کاشی رام پروپرائٹر چھپوایا

قیمت فی جلد ۸ر

بار چہارم ایک ہزار

سمرپن

میں اپنی دلی محبت تعظیم اور شکرگزاری کے اظہار میں

یہ چھوٹی سی پستک

نہایت شردھا اور تعظیم کے لائق بزرگ

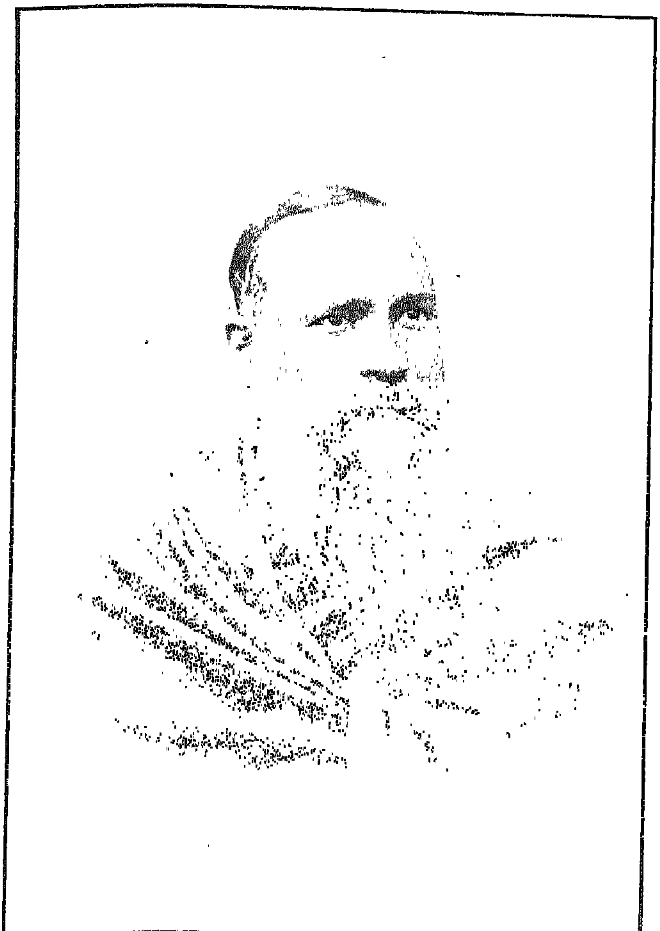
پنڈت شیو ناتھ شاستری ایم۔ اے

مشہور پرچارک اور لیڈر سادھارن براہمو سماج

کی خدمت میں

سمرپن کرتا ہوں

پرکاشک ہو



شردھے پرکاش دیو جی پرچارک برامہ دھرم

دیباچہ

مہاتما بدھ کی سوانح عمری کا پہلا حصہ جس میں پیدائش سے لیکر
سادھنا اور سدھی تک کے حالات درج ہیں ناظرین کے سامنے پیش کیا
جاتا ہے۔ ان اوراق کی تحریر میں ناول کی طرح فرضی اور مبالغہ آمیز مصیبتوں
اور دکھوں یا عیش و عشرت کے سامانوں کا رنگ چڑھا ہوا نہ ہونے پر بھی
انسانی سبھاؤ کے طبعی جذبات۔ اُن کی تاثیرات۔ آپ بیتے ہوئے واقعات۔
دنیوی کشمکش اور روحانی عروج کا ایسے مؤثر پیرایہ میں ذکر ہے کہ یقین کیا
جاتا ہے کہ کم از کم ایک دفعہ تو سنگدل انسان پر بھی اپنا اثر کر کے اس کے
دل میں اس فانی دنیا کے سامانوں کی گرویدگی سے نفرت۔ دھرم کی پاکیزہ
عملی زندگی کی خواہش اور دوسروں کا کچھ نہ کچھ حتی المقدور بھلا کرنے کیلئے
رغبت کا بھاؤ پیدا کر ہی دیگا ۔

اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ مہاتما بدھ ایسے غیر معمولی
طاقتوں اور قابلیتوں کے انسان تھے کہ جن کا ظہور بچپن سے ہی ان کی
حرکات سے دکھائی دینے لگا تھا۔ شعر

بالائے سرش ز ہوشمندی ۔ می تافت ستارۂ بلندی

مصنوعی سامانوں کی دلکشی بچپن سے ہی کبھی اُن کے دل کو اپنی طرف مائل نہ کر سکی۔ لیکن قدرتی نظاروں نے اکثر اُن کو موہت کیا۔ اور وہ ان پر گہری چنتا اور بچار کرتے ہوئے لڑکپن سے ہی دھیان میں محو ہو جانے کے عادی ہو گئے اور جانداروں پر دیا تو اُن کا بہت زور دار منوبھاؤک جذبہ تھا۔

گو اُس وقت بھی آج کل کی طرح ذاتوں کا تفرقہ پیدائش کی بناء پر موجود تھا۔ لیکن مہاتما بدھ نے ہوش سنبھالتے ہی گنوں اور پاک خصلتوں کو اُس پر ترجیح دے کر اپنے لئے بلا قید ذات گن ونتی اور شوشیلا بیوی تلاش کرنے کا حکم دیا۔ ایک عامیانہ مثل مشہور ہے کہ نیت پر مراد۔ اُن کو بیوی بھی گوپا جیسی ملی۔ جن کی اور خوبیاں تو ایک طرف اُن کا حسن تقریر ایک چلتا ہوا جادو تھا۔ چنانچہ جب ان کو رسمی اور رواجی گھونگٹا ور پردہ نہ کرنے پر بے حیا کا خطاب دیا تو انہوں نے ایک مختصر تقریر میں مدلل طور پر پردے کا اصلی مطلب عورتوں کو بتایا۔ وہ تقریر اُن کی قابلیت پر گواہ ہے اور اُن کو عصمت و عفت کی دیوی قرار دلاتی ہے۔

سنیاس کا پختہ ارادہ کر لینے پر ماں۔ باپ۔ بیوی اور بچے کے دکھوں کے خیال نے مہاتما بدھ کے دل پر اثر ضرور کیا مگر یہ کب ممکن تھا کہ جو دل سنسارک لوگوں کی پاپ آلودہ حالت اور دکھوں سے دکھی ہو کر اُس کے اُپائے سوچنے اور نکالنے کے لئے اپنے آپ کو خوشی دکھوں میں ڈالے اور جن سے کچھ فیض اور سکھ پایا ہے۔ جن سے عرصہ دراز تک تعلق رہا ہے اور جو اُن کے اِس دنیا میں آنے کے کارن بنے ہیں۔ اُن کے دکھ

سے دُکھی نہ ہو۔ اسی لئے وہ اُن سے جُدا ہوتے وقت زار زار روئے۔ نہ اس لئے کہ آرام و آسائش میں فرق آیا ۔

اس سنسار کے بندھن آہستہ آہستہ اور نامعلوم طور پر ٹرھتے جاتے اور رفتہ رفتہ اس حد پر پہنچ جاتے ہیں کہ پھر انسان اُن کو ارادہ کرنے پر بھی نہیں کاٹ سکتا۔ چنانچہ بیٹا پیدا ہونے کی خبر سُن کر مہاتما بدھ نے کہا کہ "ایک بندھن اور بڑھ گیا" اور اس خیال نے اُن کے دل کو جو پہلے سے ہی تیار تھا سرود بستاں بن کر بہت جلد سنیاس لینے پر آمادہ کر دیا ۔

معمولی دنیاوی کام بھی مضبوط ارادے کے لوگ ہی کامیابی کے ساتھ پورا کر سکتے ہیں۔ پھر روحانی پاک کام ؟ کہ جس میں قریباً ساری دنیا کی مخالفت تو درکنار سب سے بڑھ کر اپنی خواہشات اور جذبات اور ادِنیہ نیچر طرح طرح کے سوانگ بھر کر بگھن ڈالنے کا کارن بنتی ہے۔ ایسا بڑا کام ایسے غیر معمولی اور زبردست قوتِ ارادہ رکھنے والے لوگوں کے سوا اور کون پورا کر سکتا ہے ؟ چنانچہ گھر سے چلنے کے لئے گھوڑا مانگنے پر جب چھندک نے روکنا چاہا۔ تو اُنہوں نے کہا کہ "اگر میرے سر پر آسمان سے بجلی گر پڑے کوہ ہمالیہ میرے راستے میں آکر روک بن جاوے۔ یا سمندر اُچھل کر میرے چاروں طرف طوفان برپا کر دے۔ تب بھی تو میرا عہد نہ ٹوٹیگا" یہ چیز تھی جس نے سدھارتھ کو مہاتما بدھ بنا دیا۔ ورنہ دھرم دھرم۔ سچائی سچائی انصاف انصاف وغیرہ کی پکار سے اُس زمانے میں بھی کان بہرے ہوتے جاتے تھے۔ اور اب تو اور بھی زیادہ۔ لیکن نتیجہ معلوم ۔

تعجب ہوگا کہ وہ شخص جس نے راج اور گرہست کے سکھوں کو خود

بھی چھوڑا اور فقیرانہ بھیس میں بھیکھ سے مانگا ہوا اَن کھا اور زمین پر سو کر
درویشانہ زندگی بسر کرنی شروع کی۔ وہ تو خوش اور بشاش ہو۔ اور
وہ (شدھودن) جو ابھی تک بادستور راجہ ہے اور جسے راج کے سب سکھ
میسر ہیں بیاکل ہو کر غش پر غش کھاتا ہے اور جینے تک سے بیزار ہے
اس نظارے میں انسانی جذبات کے صرف ایک چھوٹے حصے یعنی موہ کی
لیلا کا ظہور ہے۔ جن لوگوں کو غور کرنے کی عادت ہے اُن کیلئے یہ اور
بھی زیادہ توجہ کرنے کے قابل ہے کہ جب ایک جذبہ اتنا دکھدائی ہے۔ تو
جہاں کام۔ کرودھ وغیرہ چھٹوں کی بادشاہت ہو۔ وہاں سکھ کہاں؟

اس زمانے میں مفت تعلیم دینے کا براہمنی طریقہ تعلیم کہ جو ثواب کا کام
سمجھا جاتا تھا۔ اور فی الحقیقت ثواب کا کام ہے۔ رائج تھا۔ سیکڑوں طلبا
اُس وقت کے مروجہ علوم اور جوگ درشن وغیرہ کی تعلیم پاتے تھے۔ کہ
جو بگڑی ہوئی شکل میں ابھی تک بھی بعض تیرتھوں پر رائج ہے۔ مہاتما بدھ نے
اُن سب کو حاصل کیا۔ مگر حقیقی تسلّی نہ پا کر چھ سال کے قریب سخت کٹھور
سادھن کئے۔ مگر جس شانتی کی انہیں تلاش تھی۔ وہ نہ پا کر اس طریق کو بھی
چھوڑا۔ ایسی تذبذب حالت میں انسانی ادنےٰ فطرت نے جسے مار کہا گیا
ہے۔ اُنہیں اپنے راج میں واپس جانے کی ترغیبیں دیں۔ لیکن اُن کی
نہایت زبردست قوتِ ارادہ ایسے ادنےٰ خیالات پر نہ صرف غالب ہی آئی۔
بلکہ اُس نے انکو اپنے مقصودِ اصلی کی تلاش کے میدان میں اور بھی آگے بڑھا دیا۔

مہاتما بدھ پہلے درجے کے وچارشیل تھے۔ انہیں یہ تلاش پڑی کہ
سنسار میں جنم۔ مرن۔ بیماری اور بڑھاپے کا دکھ کیوں ہے؟ اور اس

سے کُلّی رہائی پانے کے لئے کوئی ایسا چٹان ہے کہ نہیں کہ جہاں پر شخص پابندی قواعد خاص پر ایک انسان کھڑا ہو سکے۔ اُس وقت دھرم کے نام سے بیرونی اڈمبروں کے لباس میں جتنے طریق مروج تھے اُن سب کو کھوکھلا اور مفید مطلب نہ پا کر اُن سے توجہ ہٹائی۔ دھیان اور جوگ پر کچھ خاص کر فطرتاً اُن کی نظر ٹھہری تھی۔ اُنہوں نے پورا زور لگایا۔ مگر چونکہ وہ آنکھ کان بند کر کے خیالی پھول اور پنکھڑیاں دیکھنے یا گھنٹہ گھڑیال سننے سے کُلّی نہ پا سکتے تھے۔ اس لئے اُن کیلئے اُس میں بھی ہنوز رہ نہ تھا اول ہی سے جہاں تک بدھ جیسا شخص (کہ جو کہ پاک نیت ارادہ کا اوتار تھے) مثلاً سچی ہو۔ اور اپنشدوں [illegible] اُن کا مطلب خزانہ یا اصول بھی اپنشدوں کے منتروں اور اُن کی پابندی میں چھپا ہوا ہو۔ اور پھر بھی نہ ملے۔ اس کے کوئی معنے نہیں۔ مصرع جن ڈھونڈا تن پائیاں گہرے پانی پیٹھ۔ آخر کار اُنہوں نے اُسے ڈھونڈ نکالا۔ اور دکھ کی جڑ اور بازگشت کو دیکھتا اور واقفیت کو نیست سمجھا ہیں دیکھی اور شانتی کی چٹان نروان پر کو پالیا۔

قدرتی طور پر بچپن سے ہی انسان نقل کرنے کا عادی ہوتا ہے اور بچپن ہی سے بھلائی اور برائی کے سبق بسہولت اور جلدی سیکھ سکتا ہے۔ اس لئے انسان کا بہترین مطالعہ انسان ہی ہے۔ اور غالباً اسی بنا پر بزرگان سلف نے بھی جب مسئلہ اور تجربہ صداقتوں کو اپنے پیروؤں میں پھیلانا چاہا۔ تو قصوں سے کہانیوں۔ روایتوں اور تمثیلوں کا ذریعہ جلدی اثر پذیر ہوتا دیکھ کر انہیں ذرائع کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ ہندو دھرم کے اٹھارہ پران اور نصائح کی نامی درسیہ کتب۔ کلیلہ دمنہ (جو بیدپا سے برہمن کی تصنیف ہے) وغیرہ اسی مدعا کو

ے کر لکھے گئے ہیں۔ خود مہاتما بدھ نے بھی بعض صداقتوں کو اسی پیرایہ میں ظاہر کیا ہے اور یہ سچ بھی ہے کہ ستت۔ نیاسے منگل۔ پریم۔ ہمدردی یا دنیا سے فانی اور اسی قبیل کے الفاظ بدون مثالوں کے ایسے خشک اور پھیکے ہیں کہ عام شخص اُن کو سُن کر صرف یہ ہی نہیں کہ اُن پر عمل نہیں کر سکتا۔ یا نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ ذہنی طور پر اُن کے اصلی مدعا اور منشاء کو سمجھ بوجھ بھی نہیں سکتا ۔

اننت برہمانڈ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا یعنی یہ ہماری دنیا اور اس کا بھی ایک نہایت چھوٹا سا حصہ یعنی آریہ ورت بھی ایشور کے مادی اور روحانی ظہوروں کا ایک پلیٹ فارم ہے جس پر ہر قسم کا ظہور مناسب وقت اور ضرورت کے مطابق آتا اور جاتا رہتا ہے۔ مہاتما بدھ بھی ایسے وقت میں جبکہ براہمن لوگ اپنے دھرم کے صرف بیرونی آڈمبروں میں پھنسے ہوئے دوسری ذاتوں کو دبانے اور بڑے بن بن کر انہیں کو لوٹ لوٹ کھاتے تھے۔ اوتیرن ہوئے ۔

مہاتما بدھ کو ناستک کہا جاتا ہے اور یہ سچ ہے کہ ایشور کے بارے میں اُن کا عقیدہ مبہم تھا۔ اور خصوصاً اُس وقت کے براہمن۔ یگ۔ بلی دان اور ہون وغیرہ میں جس قسم کے ایشور کے سامنے پرارتھنا میں کرتے اور اُن کے پورا ہونے میں یقین رکھ کر بھی عملی زندگی میں عام انسانوں سے بہتر نہ ہوتے تھے اُس قسم کے ایشور کو انہوں نے کبھی تسلیم نہیں کیا اور نہ اپنے پیروؤں کو اُس کے یقین کرنے کی ہدایت کی ۔

جو شخص رات دن "ایشور ست ہیں۔ ایشور ست ہیں" رٹا کرے۔ لیکن خود ست بادی نہ ہو۔ "ایشور مجھے پاک بنا دو۔ ایسے مجھے پاک بنا دو" پکارا

ہے۔ لیکن پاک بننے کے سادھنوں اور نیموں کو پورا نہ کرکے ناپاک زندگی بسر کرتا رہے تو سچ مچ وہ جس قسم کے ایشور کو مانتا ہے اس کا کوئی وجود ہی نہیں کیونکہ اگر کوئی ایسا ایشور ہوتا تو اس قسم کے روزمرہ کے منگتوں کو کچھ تو دیتا۔

ایشور کے اٹل اور اچل نیموں کی پابندی کرکے اپنے آپ کو پوتر بنانا اور ہر پہلو سے اپنے آپ کو اُن قوانین کے مطابق رکھ کر ست اور سار زندگی بسر کرنا ہی ایشور کا حقیقی یقین ہے۔

مہاتما بُدھ نے اس کرم قانون پر غور کیا اور اُس کی متابعت اور انحراف کے نتائج بھی خود اپنی زندگی میں محسوس کئے۔ اُدھر مذکورہ بالا قسم کے ایشور میں یقین رکھنے والوں کو بھی خلاف ورزی قوانین کی وجہ سے دُکھ میں مبتلا پایا لہذا جو کچھ ٹھیک نظر آیا اُس کا پرچار شروع کیا۔ اور ان کی مت متانتروں کے جھگڑوں سے پاک مگر عملی پاک زندگی بخشنے والی دھرم شکشا کو ذات کے تفرقوں اور براہمنوں سے تنگ آئے ہوئے لوگوں نے جوق جوق قبول کرنا شروع کیا۔ نیز مہاتما بُدھ کے زبردست تیاگ اور تمام جیووں کے لئے دیا اور پریم کے زندہ نمونے نے سیکڑوں بلکہ ہزاروں دلوں پر غیر معمولی اثر کرکے اُن کو دوسروں کے بھلے کے لئے اپنے آپ کو ارپن کرکے بھکشو بنا دینے کے لئے مجبور کیا۔ اور رفتہ رفتہ بھکشوؤں اور راجہ اشوک (کہ جو بُودھ دھرم کا سرگرم مددگار اور پشت پناہ گزرا ہے) کی کوشش سے بُودھ دھرم دنیا کے بہت بڑے حصے میں پھیلا۔ اور اس وقت بھی اس کے پیروؤں کی تعداد ۴۰ کروڑ بتلائی جاتی ہے کہ جو کل دُنیا کی آبادی کے تہائی حصے کے قریب ہے۔ ہندوستان میں بھی بودھ دھرم ہزار سال کے قریب تھا۔ بُودھ

دھرم کے ہندوستان سے قریباً نیست و نابود ہو جانے کی مختلف وجوہات بتلائی جاتی ہیں کہ جن پر صحیح رائے قائم کرنا ذرا مشکل ہے۔ تاہم مذہبی تواریخ بتلاتی ہے کہ روحانی موت باہر سے نہیں بلکہ بھیتر سے شروع ہوا کرتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ صرف بھکشو ہی بودھ دھرم کے اصلی پیرو سمجھے جاتے اور گرہستی لوگ کہ جن کی تعداد زیادہ تھی بطور سہایک اور انوراگی کے خیال کئے جاتے تھے۔ جب بھکشوؤں کی مانتا بڑھ گئی اور وہ رفتہ رفتہ عیش پسند ہو گئے اور اس طرح پر اندرونی زوال کے دن آ گئے تو بیرونی طور پر بھی شنکراچارج وغیرہ نے بودھ دھرم کی طاقت کو کمزور کر کے اس کا نام ہی ایک معنوں میں آریہ ورت سے اٹھا دیا۔ اور ادھر ہندو دھرم نے جگ وغیرہ میں جیوؤں کے بلی دان وغیرہ کو بند کر کے اہنسا (جیو ہنتیا نہ کرنا) کے اصول کو بودھ دھرم سے اپنے میں جذب کیا اور بھگتی شاستروں کو رچ کر اور اُن کا پرچار کر کے بودھ دھرم کے انوراگی گرہستی لوگوں کو بھی اپنی فراخ گود میں لے لیا۔

مہاتما بدھ کی مخصوص اور غیر معمولی قابلیت ضرور ایسی تھی کہ انہوں نے قانون کے پیچھے کسی مقنن کی تلاش کرنے کی پرواہ نہ کر کے یا اپنے لئے اس کی ضرورت نہ دیکھ کر بھی قانون کی متابعت سے سر نہ پھیرا۔ لیکن ہر شخص بدھ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہر ایک انسانی دماغ ایشور کو قوانین کے روپ میں دیکھ سکتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ مغالطہ دونوں طرف ہے۔ یعنی ایک طرف ایشور کو ساتویں آسمان پر بٹھانا اور سفارشوں یا اس کے نیموں کی پابندی کئے بدوں تعریفوں اور دعاؤں سے خوش ہو جانے والا اور بہشت یا مکتی عطا کرنے والا یقین کر لینا۔

اور دوسری طرف صرف قوانین کو بلا مقنن کے خیال کر لینا مگر قوانین کی پیروی
اپنی کمزوریوں یا لاپرواہیوں کی وجہ سے نہ کرکے اور اُن کے پیچھے کوئی زبردست
طاقت بھی کہ جو اپنے قوانین کی متابعت چاہتی ہے نہ دیکھ کر سنسارک
سُکھوں یعنی آواگون کے دُکھوں میں مبتلا ہو جانا۔ یہ دونوں ہی راستے
غلط ہیں مگر قوانین کے پیچھے مقنن کو دیکھنے والوں کا سیدھے راستے پر
جلد پھر آنا زیادہ قرین قیاس ہے +

براھمہ دھرم کے پیروؤں کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر ایک مہاپُرش کی
زندگی اور تعلیم میں جو کچھ خوبی اور دھرم بھاؤ موجود ہے اُس کو پرماتما کا
(نوع انسان کے لئے) عطیہ سمجھ کر حتی الوسع خود اُس کی قدر اور پیروی کرتے
اور دوسرے گن گراہی لوگوں تک بھی اُن گنوں کو پھیلاتے ہیں کہ جس سے
اُن کا بھی منگل ہو +

"فلاں ہمارا بھائی ہے اور فلاں نہیں" ایسا خیال تنگ دل لوگوں کا ہے
ایک اُودار دل انسان کے نزدیک ساری دُنیا اُس کا گھر اور تمام بنی نوع
اُس کی برادری ہے اور اسی قاعدے کے مطابق دنیا کے ہر ایک حصے کے
مہاتماؤں کی شردھا اور تعظیم کرنا ہمارا فرض۔ اور اُن کی زندگی اور تعلیم کی
خوبیاں ہماری میراث ہیں اور جس حد تک اُن گنوں کو ہم اپنی زندگی میں جذب
اور پیروی کرکے اپنا بنا لیتے ہیں وہی ہمارا حقیقی اور ساتھ جانے والا دھن
ہے اور جتنے لوگ اس دھن سے دھنی ہیں۔ وہی دھن دھن ہیں +

اسی منگل اچھا کے بھاؤ سے متحرک ہو کر اور نیز چونکہ مہاتما بدھ کی کشمکشوں
اور کامیابی کی سرگزشت ہمارے ہی ملک کا ایک ایسا سچا واقعہ ہے کہ جو دُنیا

بھر کی مذہبی تواریخ میں اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ اور چونکہ مجھے خود اس سوانح عمری کے پڑھنے سے عملی طور پر دھرم سادھن اور زندگی کی کشمکشوں میں مضبوط قوتِ ارادہ رکھنے وغیرہ کا بہت کچھ فائدہ پہنچا ہے۔ اس لئے بالخصوص اردو خوانوں کی روحانی بھلائی اور دھرم کی طرف اُن کا لگاؤ بڑھانے اور کسی صداقت کو معلوم کرکے مضبوط قوتِ ارادہ کے ذریعے سادھن دوارا اُس کو اپنی زندگی میں عمل کرنے کے بھاؤ کو بڑھانے کی غرض سے مہاتما بُدّھ کی مثال کو سامنے رکھنے کے لئے میں نے "بُدھ دیو چرت اور بُودھ دھرم کا مختصر بیان" نامی بنگلہ زبان کی کتاب مصنفہ بابو کرشن کمار مترجی۔ اے ممبر سادھارن براہمو سماج سے اِسے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اور دھرم سادھن کے مسافروں اور عام شائقین کی خدمت میں یہ چند اوراق پیش کرتا ہوں تاکہ وہ انہیں پڑھ کر اپنے لئے کچھ نہ کچھ مفید سبق سیکھیں اگر ایک شخص کو بھی اس کتاب کے پڑھنے سے دھرم راہ کی طرف قدم اُٹھانے کا موقع ملے تو میں اپنی اس کوشش کو سپھل سمجھونگا +

اُس مہان پرمیشور سے کہ جن کے انتظام میں یہ ساری کائنات ہے میری دلی پرارتھنا ہے کہ یہ کتاب میرے ہموطنوں کے لئے مفید اور برکت دِہ ثابت ہو ++

مہاتما موصوف کی زندگی کے باقی حالات دوسرے حصے میں ملینگے +

لاہور
۲۷۔ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء

پرکاش دیو

بُدھ دیوجی کی سوانح عمری

بنامِ آنکہ او نامے ندارد بہر نامے کہ خوانی سر برآرد

پہلا باب

پیدائش کا حال

نیپال کے جنوب میں کپل[1] وستو نامی ایک شہر آباد تھا۔ اور ایک چھوٹی سی ندی برفانی پہاڑ کے دامن سے نکل کر قریباً پندرہ کوس کا فاصلہ طے کر کے اس شہر کے مغربی حصہ کو سیراب کرتی ہوئی جنوب کی سمت میں بہتی تھی۔ اس ندی کا قدیمی نام بان گنگا ہے۔ کپل وستو ایک چھوٹی سی پہاڑی

---

[1] برٹش انڈیا کی حد سے ۱۱ میل شمال کی طرف اور ضلع بستی کے بارڈر پور گاؤں سے ۷ میل شمال مغرب میں بنگال نارتھ ویسٹرن ریلوے کے اسکا بازار سٹیشن سے ۳۱ میل شمال مغرب کی طرف کپل وستو کے کھنڈرات پائے گئے ہیں۔

بان گنگا ندی کے مشرقی کنارے پر ساکا روا نامی ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اس گاؤں کے شمال مغرب میں ایک بہت بڑا جنگل ہے۔ اس جنگل میں کسی جگہ اینٹ کے ستون اور کہیں پر تالاب کے ٹوٹے ہوئے حصے اور کہیں دس گیارہ ہاتھ فصیل اور دبے ہوئے مندروں کے کلس (چوٹی) دکھائی دیتے ہیں۔ اس جنگل کے اس طرف تِلکورا نامی بستی ہے۔ اس گاؤں کے نزدیک راجہ اشوک کا نصب کیا ہوا

(بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

ریاست کا راج دھانی تھا۔ اُس کے شمال میں کوہ ہمالیہ کی اونچی چوٹی اننت آکاش سے مل گئی ہے۔ منگولیا قوم اسی خطۂ زمین میں بستی بنا کر اور کوہستان کے دکھ اور سکھ بھوگ کر پہاڑی زندگی بسر کرتی تھی۔ اس کے مغرب میں آریہ رشیوں کی پاک شہرت کی جگہ تکشاشلا ریاست اور جنوب میں طاقتور اور کرنے والا کوشل راج مشرق میں مشہور مگدھ راج تھا جس کی شہرت سب سے پہلے دنیا میں پھیلی تھی +

ایسی طاقتور قوموں سے محیط ہو کر اِکشواکو[لہ] خاندان کی شاکیہ کل کپل وستو راج میں باس کرتی تھی +

شاکیہ لوگ کھیتی کر کے اور مویشی پال کر اپنا گزارہ کرتے تھے۔ نیز کبھی کبھی جنگجو پہاڑی قوم کے لڑاکے ہمسایوں کے ساتھ سخت لڑائی میں مشغول رہتے تھے (حضرت مسیح سے چھ سو برس پہلے شاکیہ خاندان میں شدھودن نامی ایک راجہ راج کرتا تھا) شدھودن پرم دھارمک راجہ تھا۔ اُس کے ایام سلطنت میں شاکیہ خاندان کو سب قسم کے سامان حاصل تھے سکھ اور شانتی۔ پریم اور بھگتی ملک کے تمام حصوں میں موجود تھا۔ رعیت کی بھلائی اور آرام کے لئے راجہ دن رات مصروف رہتا تھا۔ اسی وجہ سے غریبوں پر ظلم اور

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳) سنگ موسیٰ کا ایک ستون پایا گیا ہے۔ یہ ستون پاؤں کے پاس سے ٹوٹ کر زمین پر گرا ہوا ہے جس کی لمبائی ۱۲ ہاتھ ہے۔ راجہ اشوک کے عہد سلطنت کے تیئیسویں سال میں یہ ستون کھڑا کیا گیا تھا۔ اس پر ناگری بھاشا میں کپل وستو کا جائے وقوع لکھا ہوا ہے +

لہ کہتے ہیں کہ اکشواکو خاندان میں سے کسی شخص نے جس کو اس کے باپ نے بددعا دی تھی گوتم خاندان کے کپل منی کے آشرم میں شاک کے درخت میں چھپ کر باس کیا تھا۔ اسی واسطے یہ خاندان شاکیہ اور گوتم دونوں ناموں سے مشہور ہوتا ہے +

دکھیاروں پر سختی کرنا اس کی سلطنت میں ممکن نہ تھا۔ امیر و غریب۔ عالم اور جاہل اُس کے راج میں نہایت آرام اور سکھ کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔

کپل وستو کے مشرق کی طرف کلی نامی ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔ دیودہ نگر اس ریاست کا دارالسلطنت تھا۔ راجہ شُدّھودن نے کلی کے مالک راجہ انجن کی دونوں لڑکیوں مہامایا اور پرجاوتی کے ساتھ شادی کی۔ پرجاوتی کا دوسرا نام گوتمی تھا۔ مہامایا کیا قابلیت اور کیا خوبصورتی دونوں کے لحاظ سے ایک لاثانی عورت تھی۔ وہ اپنے خاوند کے پیارے اور دل پسندیدہ کام کرنے والی۔ داس اور داسیوں کو پیار اور محبت سے بلانے والی۔ اور شہر کے لوگوں کو راحت دینے والی تھی۔ وہ جس گھر کی گرہ لکشمی تھی وہاں جھگڑہ فساد۔ حسد۔ کینہ داخل نہیں ہونے پاتا تھا۔ حلیم الطبع۔ راست گو شیریں کلام۔ مہامایا آنند کا چشمہ اور محبت و صداقت کا گویا اوتار تھی۔ دکھیوں اور بیکسوں کا سہارا اور مصیبت زدوں کا آسرا تھی۔

مہاراجہ شُدّھودن کو دیکھ کر ہر شخص کہہ سکتا تھا کہ وہ ہمہ وقت غم اور دُکھ کے سمندر میں ڈوبے رہتے تھے۔ اُن کو کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ اُن کا خزانہ جواہرات اور دولت سے پُر تھا۔ اقارب اور رشتہ دار۔ داس اور داسی۔ ہاتھی گھوڑے۔ راج محل اننت پاتال جسمانی طاقت وجس میں وہ اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ زندگی کی ہمیشہ کی ساتھی مہامایا آرام دینے والی خوبصورتی اور لیاقت کے لحاظ سے دل کو موہت کرنے والی بہرا وصاف موصوف تھی تمام سلطنت میں شانتی سکھ اور بافراغت۔ تمام زمین زرخیز۔ رعیت کے گھر میں آنند انسب۔ راج میں کسی جگہ اشتنوش نہ تھا۔ راج کے باہر کوئی دشمن نہ تھا۔ خود مہاراجہ

نے جان بوجھ کر کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ جھوٹ اور بے انصافی کے کام میں کبھی شامل نہیں ہوا۔ پاپ سے دل اور دماغ کو کبھی ناپاک نہیں کیا۔ پھر بھی راجہ ہمیشہ کیوں غمگین۔ کیوں چہرے پر اس قدر پژمردگی۔ اور راج پری کے انند کے شور و غل میں بھی ہمیشہ غم کی کالی گھٹا اُن کے چہرے پر چھائی رہتی تھی؟ وجہ صرف یہ تھی کہ مہاراجہ شُدھودن نے دو شادیاں کیں۔ لیکن دونوں ہی بیویاں اولاد سے محروم! مہارانی کی عمر کے چالیس برس گزرنے پر آئے۔ لیکن تب بھی اولاد کا مُنہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ جوں جوں عمر بڑھتی گئی۔ راجہ کے دل کو زیادہ سے زیادہ فکر اور رنج رہنے لگا۔ اور یہ خیال اور فکر اُن کو روز بروز زیادہ سے زیادہ دُکھ دینے لگا کہ لڑکے کے بغیر "پُن نام نرک سے اور کون اودھار کریگا" جس کے باعث ان کا جسم بھی روز بروز کمزور ہوتا جاتا تھا۔ لیکن جو امر انسان کی طاقت سے باہر ہے اس کے لئے فکر کرنے اور دُکھ اُٹھانے سے کیا فائدہ؟ ایشور کی کرپا بغیر لڑکے کا مُنہ دیکھنا کس کو نصیب ہوتا ہے؟ راجہ اور رانی یہ خیال کر کے کہ بس اب سے شاکیہ خاندان کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ جائیگا۔ اپنے آخری دن کا انتظار کرتے تھے۔

کپل وستو شہر میں دکھشاین اُتسب کی بڑی دھوم دھام کا دن آپہنچا۔ اور شاکیہ لوگ دنیاوی کاروبار سے فارغ ہو کر اُتسب کے لئے متوالے ہو اُٹھے۔ چاروں طرف خوبصورت پھولوں کے خوبصورت گلدستے خوشبودار پھولوں کی خوشبودار روشیں شاہراہ کے دونوں طرف دیپ مالا۔ ہر ایک گھر میں پھول بچھے ہوئے۔ گھر میں پھولوں کی سیج۔ مرد و عورت پھولوں سے آراستہ۔

غرض تمام نگری پھولوں کی خوشبو سے مہک اُٹھی۔ اگرچہ رانی عمر رسیدہ ہو گئی تھی لیکن اس قومی اُتسب میں بھلا شامل ہوئے بغیر کون رہ سکتا ہے؟ رانی نے اُتسب کی ترنگ میں دل کھول کر چھ دن تو گزار دئے۔ ساتویں دن سورج نکلتے ہی بستر سے اُٹھ کر اشنان کیا۔ غریبوں کو بہت سا دان دیا۔ اور طرح طرح کے زیوروں سے آراستہ ہو کر اور زریں اور جواہرات سے پر پوشاک پہن کر راجہ کے آرام خانہ میں داخل ہوئیں۔ اور محل کے ایک خوبصورت کمرے میں راج بستر پر سو رہیں۔ مہا مایا نے اس حالت میں ایک خواب دیکھا کہ چار سورگی دیوتے اُن کی نرم اور ملائم سیج کو اُٹھا کر ہمالیہ کی چوٹی پر لے گئے اور ساٹھ جوجن[1] وسیع ہونے کے میدان میں سات جوجن لمبے اور خوبصورت سایہ دار درخت کے نیچے اس کو اتار کر بہت دور جا کر کھڑے ہو گئے۔ راج رانی نے ایک تالاب کے جل میں اشنان کر کے دنیاوی پاپوں سے اپنے آپ کو شدھ کر لیا۔ اور پھر ایک خوبصورت پوشاک پہن کر اور اپنے آپ کو سورگی پھولوں سے آراستہ کر کے ایک غیر معمولی حسن و جمال پایا۔ شال کے درخت کے نزدیک ہی روپہرے پہاڑ کے اوپر ایک سنہری محل میں ایک سورگی سیج بچھائی گئی اور مہا مایا اس سیج پر سو رہیں۔ اتنے میں ایک ہاتھی اپنی سفید سونڈ میں ایک سفید پدم لئے ہوئے اپنی گرج سے چہار سمت تہلکہ ڈالتا ہوا اُسی محل میں آ موجود ہوا اور تین بار مستک کو جھکایا اور اُن کے دائیں پہلو کو چیر کر پیٹ میں داخل ہوا۔" اس کے بعد ہی مہا مایا کی آنکھ کھل گئی۔ مہا مایا نے اس خواب کو راجہ سے بیان کیا۔ راجہ نے اس کی تعبیر معلوم کرنے کے لئے چونسٹھ [illegible]

[1] ایک جوجن ۴ کوس کا ہوتا ہے۔

کو بلایا۔ اُن جوتشیوں نے خواب کا تمام حال سُن کر کہا کہ "مہاراج آپ کچھ فکر نہ کیجئے۔ رانی صاحبہ کو امید ہے اِس دفعہ آپ کے گھر میں لڑکا جنم لیگا۔ اگر اِس لڑکے نے گِرہ دھرم پالن کیا تو تمام پرتھوی کا راجا ہوگا اور اگر دھرم آشرم قبول کیا تو تمام دنیا کی جہالت اور پاپ کا بوجھ دور کرے گا"۔

آج اُتسب کا آخری دن اور پُورنماشی ہے۔ ہوا چاروں طرف سے آنند پھیلا رہی ہے۔ پرند چہچہا رہے ہیں۔ چندرما اپنی جوتسنا (ٹھنڈی روشنی) پھیلا رہا ہے۔ ہر طرف پھُول کھِلے ہوئے ہیں۔ درختوں کی شاخوں اور بیلوں کے پتّوں پر پھُولوں کے گُچھے کے گُچھے دکھائی دیتے ہیں۔ چرند۔ پرند۔ جَڑ اور چیتن سب ہی تومتوارے ہو رہے ہیں۔ ایسے مُبارک دن جب مہامایا کو اُمید ٹھیری۔ تو راجا کی خوشی اور آنند کا کیا ٹھکانہ تھا۔ شہر کے لوگ ایک تو اُتسب میں ہی مست تھے پھر اُس پر یہ خوشخبری!۔ سارا نگر آنند کی جے دھنی سے گونج گیا۔ چاروں طرف کے پہاڑوں کو اِس جے دھنی کی گونج نے گونجا دیا۔ برسوں کے قیدیوں نے قیدخانہ سے آزاد ہو کر اِس آنند میں جوگ دیا اور بھکشکوں نے دان میں بہت روپیہ پاکر اِس آنند کو اور بھی بڑھا دیا۔ راجہ اور رانی کے آنند کو کِن لفظوں میں بیان کیا جاوے؟ نا امید اور ٹوٹے ہوئے دل کو اُمید ملنے پر جو خوشی ملتی ہے۔ مردہ لڑکے کے پھر زندہ ہو جانے پر جو آنند اُس کی دُکھیا ماں کو ہوتا ہے۔ بس راجا اور رانی کو بھی آج وہی خوشی اور آنند پراپت ہوا ہے بلکہ سچ یوں ہے کہ کسی تحریر کے ذریعے سے اُس خوشی کا اظہار بہت مشکل ہے۔ ناظرین خود ہی اپنی قوت تخیل کے ذریعہ اُس کا خیال باندھ سکتے ہیں۔

پینتالیس برس کی عمر میں مہامایا جی گربھ وتی (حاملہ) ہو کر دن بدن زیادہ

سے زیادہ حسن قبول کرنے لگیں۔ خوبصورت بلوان اور دھارمک لڑکا پیدا ہونے کی آرزو بر آنے سے مہامایا ہمیشہ بشاش اور خوش رہنے لگیں۔ اور ہمیشہ ایشور چنتا اور دھیان میں من لگائے رکھنے کی وجہ سے کوئی نفسانی خواہش اُن کے پاس بھی نہ پھٹکنے پاتی تھی۔ غرض اس طرح پر پونیہ ہردے اور سوامی کے اُورا اور پیار سے خوش دل رہ کر نو مہینے گزارے۔ دسویں مہینے کے نزدیک آنے پر ایک دن مہامایا نے راجہ سے کہا کہ "راجن! اس وقت میرے لئے اپنے پتا کے ہاں دیودہ نگر میں جانا منگل کاری ہے۔" راجا نے بھی بہت سوچ بچار کے بعد رانی کی اس خواہش کو قبول کیا اور اُن کو اُن کے پتا کے ہاں جانے کی اجازت دی۔

کپل وستو سے دیودہ نگر تک تمام راستہ ہموار اور کیلے کے پتوں کی محرابوں پانی کے گھڑوں اور جھنڈیوں کے ذریعے سے شاہراہ کو آراستہ کیا گیا۔ رانی سونے کی گاڑی میں سوار ہو کر بہت سے نوکر چاکروں کے ساتھ اپنے پتا کے گھر کی طرف روانہ ہوئیں۔

راستہ میں لمبنی[1] نامی آرام باغ کی نہایت من موہنی بستی شوبھا کو دیکھ کر

---

[1] لمبنی باغ نیپال کے پاداڑیا گاؤں کے نزدیک واقع تھا۔ اشوک نے اپنے سن جلوس کے اکیسویں سال میں بُدھ دیو جی کے جنم استھان کو دیکھنے کی خواہش سے لمبنی باغ میں جا کر پتھر کا ایک ستون قائم کیا تھا۔ یہ ستون اب بھی وہاں پر موجود ہے۔ اور اس پر کھدے ہوئے الفاظ اس وقت بھی ویسے ہی ٹھیک حالت میں موجود ہیں۔ لمبنی باغ کپل وستو سے ۱۲ میل مشرق کی طرف برٹش انڈیا کی حد سے ۵ میل شمال کی طرف اور ضلع بستی کے دولوا گاؤں سے ۱۶ میل کے فاصلے پر نیلبر ندی کے کنارے پر واقع تھا۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد مہامایا جی نے جس تالاب میں اشنان کیا تھا اس کے نشانات اب بھی دکھائی دیتے ہیں۔

رانی کا دل موہت ہو گیا۔ پھل اور پھولوں کے بوجھ سے جھکے ہوئے درختوں کی خوبصورتی۔ بھنوروں کے آنند اور پرندوں کے سنگیت کے اوچھو آس (سُروں) نے اُن کے دل میں ایک عجیب کشش پیدا کی اور رانی آرام باغ میں اُتر پڑیں۔ اِدھر اُدھر ٹہلتی ہوئی شال کے درختوں کے احاطہ میں پہنچیں۔ اور جب اُنہوں نے شال درخت کے نئے نئے پتے اور چکنی چکنی کونپلوں کو توڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اُسی وقت دردِ زہ شروع ہوا۔ اور کھڑے ہی کھڑے ایک لڑکا پیدا ہوا +

غرض حضرت مسیح سے قریباً ۵۵۰ برس پہلے بسنت پورنماشی کے دن شال درخت کے نیچے۔ بُدھ دیو اس دنیا میں اوتیرن ہوئے[1] +

مہامایا کے لڑکا پیدا ہونے کی خوشخبری سُن کر کپل وستو اور دیودہ کے لوگ اپنے اپنے شہروں کو چھوڑ کر باغ کی طرف دوڑے۔ مرد اور عورتوں کی آنند دھنی سے وہ باغ جو پہلے سنسان اور سناٹے کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ شور و غل سے بھر گیا۔ سب مل کر خوشی کے نعرے مارنے لگے اور ماتا اور پُتر کو لے کر کپل وستو شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں باجوں کی میٹھی اور سریلی آواز عورتوں کے منگلاچار اور گیت۔ بندنا کرنے والوں کے ستوتی کیرتن سے تمام

[1] دنیا کے ہر ایک بانی مذہب کی پیدائش کے حالات کو ہمیشہ ہی غیر معمولی طور سے بیان کیا گیا ہے۔ اور اُن کے ساتھ طرح طرح کے معجزے اور ناممکن الوقوع باتیں منسوب کی گئی ہیں۔ بُدھ دیو کی پیدائش کا واقعہ بھی بہت سی غیر معمولی گھٹناؤں معجزوں اور کراماتوں سے پُر بیان کیا جاتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے ہمارے ملک کی تواریخ اس سوال کا کچھ بھی جواب نہیں دیتی کہ مہاتما بُدھ کس سال میں پیدا ہوئے تھے یہ بھی یورپ کے عالموں نے تحقیقات کر کے لکھا ہے کہ وہ سن عیسوی سے قریباً ۵۵۰ برس پہلے پیدا ہوئے تھے۔

شہر میں آنند کا شور مچ گیا۔ اور راج محل تک رہنے والے شخص (بچہ) کو آشیرباد کر کے گھر میں لے گئے ۔

اس خوشی کے سورج کو طلوع ہوئے ابھی پورے آٹھ دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ بچے کی پیدائش کے سات روز بعد مہا مایا اس دنیا سے کوچ کر گئیں۔ جو مہا مایا اپنے سوامی کی آنکھوں کی روشنی اور ہمیشہ آنند دینے والی تھیں۔ جو گھر کی لکشمی اور داس داسیوں کا کلیان کرنے والی تھیں۔ جو اپنے رشتہ داروں کو خوش کرنے والی اور محل کے ہر ایک شخص کا بھلا چاہنے والی تھیں وہی اس آنند اتسب کے دنوں میں اس لوک کو چھوڑ کر اور سب کو غم و الم میں ڈال کر پرلوک کو چلی گئیں۔ خوشی سے بھرے ہوئے گھر میں ماتم پڑ گیا۔ بلکہ تمام کپل وستو میں غم کی کالی گھٹا چھا گئی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بچے کے جنم استھان کو بے وقت چھوڑنے کی وجہ سے ہی ان کی بے وقت موت وقوع میں آئی تھی !!!

دوسرا باب

بچپن کی زندگی

راجہ شدھودن نے بیٹے کے مکھڑے کو دیکھ کر جس طرح بن پڑا زندگی کی ساتھی مہاں مایا کی موت کے سخت رنج کو برداشت کیا۔ راجا کی دوسری بیوی گوتمی جی نے بچے کی پرورش کا بوجھ بہت خوشی کے ساتھ اپنے سر پر لیا۔ اور بچہ اپنی سوتیلی ماں کی گود میں چندرما کی کلا کی طرح دن بدن بڑھنے لگا اور جسم کے نشو و نما ہونے کے ساتھ اُس کے چہرے کا جلال اور حسن بھی زیادہ سے زیادہ ظاہر ہونے لگا۔ یہاں تک کہ نام کرن کی رسم کا دن نزدیک آپہنچا۔ شدھودن نے خیال کیا کہ جس کے جنم لیتے ہی میری تمام دلی آرزوئیں اور مرادیں بر آئی ہیں "سدھارتھ" اُس کا مناسب اور موزوں نام ہے۔ یہ سوچ کر لڑکے کا نام سدھارتھ رکھا۔ بڑی دھوم دھام کے ساتھ نام کرن کی رسم ادا کی گئی۔ اس رسم کی تقریب میں اس قدر روپیہ دان دیا کہ کپل وستو میں کوئی شخص غریب نہ رہا[۱]۔

---

[۱] نام کرن کی رسم کی تقریب میں رام۔ دھوج۔ لکھشمن۔ منترن۔ کونڈانیہ۔ بھوج۔ سودام اور سودت آٹھ شخص جوتشی اور اندریہ جیت (خواہشات کو قابو رکھنے والے) براہمن بلائے گئے تھے۔ ان میں سے سات شخصوں نے دو انگلیاں اُٹھا کر کہا کہ "جس کے جسم میں یہ علامتیں پائی جاتی ہوں اگر وہ گرہ آشرمی (گرہستی) ہو تو چکرورتی راجا ہوگا۔ اور اگر سنیاس آشرم قبول کرے تو بدھ ہوگا۔" ان براہمنوں میں سے کونڈانیہ رشی نے جو سب سے چھوٹا تھا ایک انگلی اُٹھا کر

(بقیہ صفحہ ۲۳ پر دیکھو)

آہستہ آہستہ کمار ہرشٹ پشٹ (مضبوط) اور طاقتور ہونے لگا۔ اور مناسب وقت پر ودیا سیکھنی شروع کی۔ کمار فطرتاً دھیر (سلیم الطبع) اور شانت (حلیم) تھا۔ بچوں میں جو عام طور پر متلون مزاجی پائی جاتی ہے وہ اس میں نہ دیکھی جاتی تھی۔ اس کو اوروں کی طرح کھیل کود میں خوشی حاصل نہ ہوتی تھی۔ اس لئے چند روز میں ہی اس نے تعلیم میں اچھی قابلیت حاصل کر لی۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲) کہا کہ "یہ لڑکا کبھی بھی گھر میں نہ رہیگا۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ یہ بدھ ہوگا۔ اور دنیا کا پاپ اور اگیان (گناہ اور جہالت) دور کریگا۔" راجہ نے پوچھا کہ "میرا لڑکا کیا دیکھ کر سنسار کو تیاگ کریگا؟" برہمنوں نے کہا "بڑھاپے سے کمزور ہوا ہوا بڈھا۔ بیمار۔ لاش اور بھکشو (تارک الدنیا سادھو) ان چار نظاروں کو دیکھ کر دنیا کو چھوڑیگا۔" راجہ نے خیال کیا کہ "آج ہی ان چاروں نظاروں میں سے ایک کو بھی لڑکے کے سامنے نہ آنے دونگا۔ بدھ ہونے سے بھلا کیا فائدہ؟ میں تو چاہتا ہوں کہ میرا لڑکا تمام روئے زمین کا راجا دھیراج (شہنشاہ) ہو۔" یہ سوچ کر راجہ نے شہر کے چاروں طرف ایک ایک کوس تک پہرے دار بٹھلا دئیے اور ہدایت کر دی کہ مذکورہ بالا چار قسم کے نظاروں میں سے کوئی بھی اس حد کے اندر داخل نہ ہونے پائے۔ مگر شدھودن! بدھ مانا جس کو کسی کام کے واسطے کھینچتے ہیں انسان کی طاقت کیا ہے کہ اس کو سنسار میں باندھ کر رکھ سکے؟

نام کرن کے دن بہت سے سا کیہ لوگوں نے یہ کہکر اپنے لڑکوں کو راج کنور کے چیلوں میں ڈال دیا کہ "اگر آپ بدھ ہوں تو یہ گھر کی سنیاسی ہو کر زندگی بسر کرینگے اور اگر آپ چکرورتی راجا ہونگے تو یہ آپ کے ہمیشہ سدا سیوک (نوکر) ہو کر رہینگے۔"

برہمنوں نے گھر واپس جا کر اپنے لڑکوں کو کہا کہ "ہم تو بوڑھے ہو گئے ہیں معلوم نہیں راج کنور کے بدھ تو حاصل کرنے تک زندہ رہینگے یا نہیں۔ لیکن تم انکے دھرم کی پیروی کرنا۔"

(بقیہ صفحہ ۲۴ پر دیکھو)

عمر اور گیان کی بیشی کے ساتھ ساتھ کمار گمبھیر اور چنتا شیل (غور و فکر کرنیوالا) ہونے لگا۔ راج پوری کے شور و غل سے الگ ہو کر خلوت میں رہنا اُسے بہت پسند تھا۔ شہر کی مصنوعی خوبصورتی کو چھوڑ کر پرکرتی کے قدرتی سہاونے جنگل میں رہنے کو پسند کرنے لگا۔ کبھی کبھی شاہی محل سے بہت دور کسانوں کے گاؤں میں چلا جاتا اور ایسی گہری چنتا میں ڈوب جاتا کہ ساتھی پکارنے پر بھی کچھ جواب نہ پاتے۔ بچپن سے ہی بادشاہی عظمت اور شاہانہ عیش و عشرت کمار کی گہری اندرونی بھوک پیاس کو دور نہیں کر سکتے تھے۔ اور نہ بیرونی بھوگ بلاس اس کو تسکین کر سکتا تھا۔

ایک دن جبکہ راج محل میں ہل چلانے کا اُتسب تھا سارے شہر میں خوشی منائی گئی۔ اہالی موالی نئی پوشاکیں اور خوشبودار پھولوں کی مالا پہن کر راج محل میں اکٹھے ہوئے۔ راجہ کے دس ہزار ہل تھے۔ ان میں سے ایک سو آٹھ ہل چاندی کے زیوروں سے آراستہ کئے گئے۔ ایک ہل اور اس کے سانڈوں کو خاص طور پر رکھنے کے لئے ناک میں ڈالی ہوئی رسی اور چابک کو سونے سے مڑھا گیا۔ اس موقع پر راجہ پتر کو لے کر میدان میں آ موجود ہوئے۔ وہیں بڑا گھنشدار جامن کا ایک درخت تھا اُس کی گھنی چھایا میں لڑکے کا بستر بچھایا گیا جس کے اوپر سونے سے مڑھا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳) کونڈانیہ کی عمر چونکہ چھوٹی تھی۔ اس لئے وہ اپنی تمام دولت چھوڑ بیراگی ہو جنگل میں جا رہے۔ اور باپ کے ساتھ سنگرام اور بدھ کا انتظار کرنے لگے۔ بدھ سدھارتھ کے سنسار چھوڑنے کی خبر سن کر کونڈانیہ نے ہی مذکورہ بالا براہمنوں کے لڑکوں کو دنیا چھوڑنے کیلئے جوش دلا دیا تھا۔ جن میں سے تین تو اپنے بندھنوں کو نہ کاٹ سکے۔ اور چار کونڈانیہ کو اپنا گرو بنا کر فقیر ہو گئے۔ یہی پانچ شخص بدھ کے پہلے پانچ پردھان ششیہ (شاگرد رشید) ہوئے تھے۔

ہوا اور کناروں پر جوا ہرات کی جھالر لگا ہوا ایک نم گیر تانا گیا۔ اور کئی ایک نوکرانیوں سمیت کمار کو یہاں چھوڑ کر باقی کے سب لوگ ہل چلانے میں مشغول ہوگئے ۔

اس اُتسب کے موقع پر راجہ سونے کا ہل اور امیر وزیر ایک سو سات چاندی کے ہل اور اَور کاشتکار باقی ہل چلاتے تھے۔ راجہ کھیت کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ہل چلا کر چلے جاتے تھے اور ساتھی ایک دفعہ اس طرف اور ایک دفعہ اُس طرف ہل چلایا کرتے تھے ۔

اس خوشی کو دیکھنے کے لئے ساری کپل وستو اپنے گھروں سے باہر نکل آئی۔ نوکرانیوں سے بھی نہ رہا گیا جو کمار کی حفاظت کے لئے چھوڑی گئی تھیں۔ اُن کو اکیلا چھوڑ کر کھیت کے کنارے پر چلی گئیں۔ جب کمار نے اکانت دیکھی تو وہیں جامن کے درخت کے نیچے گہرے دھیان میں مگن ہوگئے ۔

بہت دیر کے بعد جب نوکرانیوں نے آکر دیکھا کہ کمار بے حس و حرکت چپ چاپ آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا ہے تو سب دوڑتی ہوئی راجہ کے پاس گئیں اور یہ حال بیان کیا۔ راجہ بھی پہاڑ کی طرح اٹل، تالاب کی طرح چپ چاپ اور بے حس و حرکت کہ جس سطح آب پر ہوا کا جھنکولا نہیں لگتا۔ تاروں سے محیط چاند کی طرح پُرجلال اور خوبصورت اور پرہیم سے روشن چہرے والے کمار کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور متعجب ہو کر اُسے پکارا۔ دھیان ٹوٹ جانے پر کمار نے کہا کہ "پتا! کھیتی کے کام سے کتنے ہی جیو مرتے ہیں۔ اس لئے آپ ایسے کام کو چھوڑ دیں" ۔

ایک دن برسات کے موسم میں راجکمار سدھارتھ ہم عمر لڑکوں کے ساتھ باغ میں پھر رہا تھا۔ اُس وقت ایک جھنڈ راج ہنسوں کا شور و

غُل کرتے ہوئے پہاڑ کی طرف جارہا تھا۔ راجکمار کا چچیرا بھائی دیودت ہاتھ میں تیر و کمان لئے کھڑا تھا۔ اُس نے جلدی سے تیر مار کر ایک ہنس کو زخمی کر دیا۔ وہ خوبصورت پرندہ لہولہان ہو کر زمین پر گر پڑا۔ راجکمار نے پرندے کا دُکھ دیکھ کر اُس کو گود میں اُٹھا لیا۔ اور بڑی احتیاط سے تیر کو نکال کر زخمی حصہ پر دوائی لگائی۔ وہ راجہ کا لڑکا تھا۔ اُس نے کبھی جسمانی تکلیف کو برداشت نہیں کیا تھا۔ صرف یہ جاننے کے لئے کہ پرندے کو کیسی تکلیف ہو رہی ہے۔ اُس نے تیر سے اپنے بازو کو زخمی کر لیا۔ بازو کی تکلیف سے سارا جسم کانپ اُٹھا۔ تب وہ پرندے کی تکلیف کا اندازہ لگا کر زار زار رونے لگا۔ راجکمار کی کوشش سے ہنس بچ گیا۔ تب دیودت نے آکر اس سے پرندے کو مانگا۔ راجکمار نے کہا۔ اگر یہ پرندہ مرجاتا۔ تو اُس پر تمہارا حق ہوتا۔ مگر چونکہ اب وہ زندہ ہے۔ اُس کے شکاری کا اس پر کوئی حق نہیں ہو سکتا۔ دیودت نے کہا کہ پرندہ مرجائے یا زندہ رہے۔ جب میں نے اس کو زمین پر گرایا۔ تب وہ میرا مال ہے۔ راجکمار نے بڑے پیار سے ہنس کو چھاتی سے لگا کر بڑی سنجیدگی سے کہا۔ کہ نہیں نہیں یہ پرندہ میرا ہی ہے۔ اگر تم کو میرے اس جواب سے تسلی نہیں ہوئی۔ تو تم اس سوال کو عقلمند لوگوں کے سامنے پیش کر سکتے ہو۔ چنانچہ یہ سوال ایک عقلمندوں کی جماعت کے سامنے پیش کیا گیا۔ کہ ہنس کس کا ہو سکتا ہے؟ اس جماعت میں مختلف طرح سے بحث ہونے لگی۔ آخر ایک بوڑھے عالم براہمن نے کھڑے ہو کر

کہا۔ کہ مارنے والے کی نسبت بچانے والے کا زیادہ حق ہے۔ چونکہ اس ہنس کی جان کو راجکمار نے بچایا ہے۔ اس واسطے ہنس راجکمار سِدّھارتھ کا ہے۔ ساری جماعت اس فیصلہ سے متفق ہوئی۔ راجکمار سِدّھارتھ ہنس لے کر وہاں سے خوشی خوشی چلا گیا۔

اس سے پتہ لگتا ہے کہ اس چھوٹی سی عمر میں ہی جیووں پر دیا کا بھاؤ کمار کے دل میں جاگ اٹھا تھا۔

تیسرا باب

شادی کا جال

یہ دنیا ایک عجیب و غریب مقام ہے۔ جن لوگوں کی روزمرہ کی خوراک ساگ پات ہے۔ جن کو ٹوٹی ہوئی جھونپڑی بھی سر چھپانے کے لئے نصیب نہیں ہوتی۔ جو پھٹے پرانے اور میلے کچیلے کپڑوں سے لجا نوارن (ستر پوشی) کرتے ہیں۔ وہ لوگ خیال باندھتے ہیں کہ راج محل کیسے سکھ کی جگہ ہوگی۔ شوک اور دکھ۔ بھوکھ اور پیاس کا راج محل میں دخل نہ ہوگا۔ گویا ان لوگوں کے نزدیک یہ منصب دکھ اور تکلیف کی پہنچ سے پرے ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ دولت سے ہی تمام دکھ مٹ جاتے ہیں۔ دوسری طرف اُن لوگوں کو دیکھو جو لوگ بھوگ بلاس میں پلے ہیں۔ کھانے پینے کی تکلیف یا دولت کی احتیاج جنہوں نے زندگی بھر میں نہیں دیکھی۔ اُن میں سے کتنے ہی لوگ حقیقی سکھ کی تلاش میں بھکشا پاتر ہاتھ میں لے کر سنسار چھوڑ کر چلے جا رہے ہیں۔ تمام تبدیلی پذیر چیزوں میں ایک غیر مبدّل۔ تمام اسار جگت کے اندر سار پدارتھ حاصل کرنے کے لئے انسان کے دل میں کیسی ایک طبعی بیقراری ہے۔ جب یہ بیقراری بڑھتی ہے تو دھن اور جن دل کو سکھی نہیں کر سکتے۔ انسان جب آشا کی موہنی شکتی۔ پاپ کی دلفریب مایا۔ سنسار کی چنچلتا اور موہ کے کٹھن پردے کو توڑ کر جیون کے گزشتہ اور آئندہ حالات کی سوچ بچار

میں مگن ہونا اور زندگی کے معمے کے گہرے بھید کو کھولنے کے لئے تیار
ہوتا ہے تو دل کی اندرونی تہ سے

"اسار سنسار۔ اسار دھن۔ اسار البشورج (نعمت و عظمت)"

یہی بھاؤ اچھل پڑتا ہے۔ اِس اننت برھمانڈ کے اندر انسان اپنے آپ کو بے مددگار اور بے آسرے جان کر برھمانڈ کے سہارے اور سربشکتیمان پر بھروسہ کرکے بے فکر ہونا چاہتا ہے۔ سنسار کے سُکھ دُکھ اور چنچلتا سے بالا جانے کے لئے بیقرار ہوتا ہے۔

سدھارتھ نے لڑکپن کی سیدھی سادی راہ طے کرکے جوانی کے خوشنما باغ میں قدم رکھا۔ لیکن سنسار اُن کو سُکھی نہ کرسکا۔ بھوگ بلاس میں رہ کر بھی وہ تمام خوشیوں سے بے لاگ رہے۔ اُن کا دل اِن سب سے اوپر رہتا تھا۔

آہستہ آہستہ دھیان اُن کیلئے ایک بہت ہی پیاری اور مرغوب چیز ہو گیا تھا۔ لڑکے کے اِس خیال کو معلوم کرکے راجہ بہت متفکر ہوتے۔ ایک دن ایسے وقت میں جبکہ وہ اپنے لڑکے کو دُنیاوی سُکھوں کے ذریعے سُکھی کرنے کے وسائل سوچ رہے تھے شاکیہ خاندان کے چند آدمی اُن کے پاس آئے اور کہنے لگے "مہاراج! کمار دُنیوی معاملات اور کاروبار کی طرف سے بالکل لاپرواہ نظر آتا ہے اگر اُس کو شادی کے بندھن میں جلدی نہ باندھ دیا جاویگا تو اُسے سنسار (دُنیا) میں رکھنا ناممکن ہوگا۔ شادی کے سوائے اُس کو دُنیا میں گرویدہ کرنے کا اور کوئی ذریعہ ہمیں دکھائی نہیں دیتا۔" راجہ نے یہ خیال کرکے کہ شادی کا رشتہ لوہے کی بڑی بڑی زنجیروں سے بھی زیادہ مضبوط ہے اور یہ پھولوں کی مالا کا بندھن اُن کو سنسار (دُنیا) میں رکھ سکیگا۔

شادی کے بارے میں اپنی رضامندی ظاہر کی۔ اور لڑکیاں دلڑکی تلاش کرنے کے لئے حکم دیا۔ بہت لوگوں نے راج کمار کو اپنی اپنی لڑکیاں دینے کی خواہش کی۔

شادی کے بارے میں راج کمار کے خیالات معلوم کرنے کیلئے راجا نے وزیروں کو ان کے پاس بھیجا۔ کمار نے سوچا کہ زندگی کا ایک نہایت دقیق مسئلہ سامنے ہے۔ اور یہ کہ کر کہ "سات دن کے بعد جواب دونگا" سب کو رخصت کیا۔

اب وہ ایک نہایت گہرے غور و فکر میں ڈوب گئے اور رات دن اس سوال کے حل کرنے میں مصروف رہنے لگے۔ لیکن کسی فیصلے اور نتیجے پر نہ پہنچتے تھے۔ کبھی یہ خیال کرتے تھے کہ دنیا میں میرے لئے سکھ نہیں ہے جس سخت بھوکھ سے میرا دل بے چین اور بے قرار ہے۔ اس کی سیری دنیاوی زندگی میں نہیں ایسی حالت میں مَیں کیا شادی کروں؟ کبھی سوچتے کہ دنیاوی لذات اور خوشیوں میں بیشمار نقص ہیں اور یہ تمام تفکرات۔ مصائب اور تکالیف کی بنیاد ہیں۔ دنیاوی لذات اور خوشیوں میں میرے دل کی گرویدگی اور رغبت نہیں۔ بن جن جنگل میں تمام خواہشات اور حواسوں پر تصرف حاصل کرکے گہرے دھیان کی سمادھی میں مستغرق ہوکر نرمل (خالص) سکھ بھوگ کرونگا یہی میری زندگی کی نمایت ہے۔ میں شادی کرکے کیا کنبہ داری کر سکتا ہوں؟ میری زندگی میں ایسا کرنا کیا اچھا دکھائی دیتا ہے؟ کبھی دل ہی دل میں یہ کہتے کہ سیکڑوں کیڑوں کے ڈنک سے جس کا دل زخمی ہو جس کی زندگی کا ایک اور صرف ایک مقصد یہی ہو کہ کس طرح سے نوع انسان کا دکھ دور ہو۔ ہر ایک قسم کے بندھن سے مکتی حاصل کرنا ہی جس نے اپنا مقصود اصلی بنایا ہو وہ کیا اپنے آپ کو شادی کی زنجیر میں باندھ سکتا ہے؟ کبھی

یہ خیال آتا کہ تن من پران سب کچھ قربان کرنے کے بنا مردوں اور عورتوں کی خراب اور خستہ حالت کا دُور ہونا ممکن نہیں۔ اپنے آپ کو بالکل بھول جانے کے بغیر زندگی کا کچھ بھی نہیں بن سکتا۔ میرا ایک دل! کس کس کو دوں؟ دنیا بھر کو یا ایک استری (بیوی) کو؟

ایک دن جبکہ نہایت گہری چنتا اور فکر میں مستغرق تھے اچانک تمام شکوک اور تاریکی دُور ہو گئی۔ زندگی کے فرض کو ٹھیک کر لیا اور یہ فیصلہ کیا کہ دنیا میں ہی رہونگا۔ لیکن دُنیا سے آزاد۔ اگر سب ہی دنیا کو چھوڑ دیں تو مخلوق قائم نہیں رہ سکتی۔ جنگل میں جا کر دھرم سادھن کرنا آسان ہے۔ میں اپنی زندگی میں یہ دکھلاؤنگا کہ کنبہ دار ہو کر کس طرح سے دھرم کی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اگر دُنیا داروں کے لئے دھرم کی زندگی بسر کرنے کا طریقہ معلوم نہ ہو تو کروڑوں مرد عورتیں کس طرح اُدھار (نجات) پائینگے انسانوں کو کنبہ داری اور طریق رہائش کے بارے میں تعلیم دینا ضروری ہے کمل کا پھول کیچڑ میں ہی بڑھتا ہے اور خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ پہلے وقتوں میں بھی دھرماتما (دیندار) لوگ دُنیا میں ہی رہتے رہے ہیں۔ اس واسطے لوگوں کو دُنیا داری سکھلانے کے لئے میرے لئے بھی شادی کرنا ضروری ہے اپنے دل میں اس امر کا آخری فیصلہ کر کے ساتویں دن انہوں نے کہا:۔

برہمن۔ کھتری۔ ویش یا شودر خواہ کسی قوم کی لڑکی کیوں نہ ہو میں شادی کرنے کے لئے تیار ہوں جسمانی خوبصورتی یا خاندانی منصب اور عزت کی مجھے کچھ خواہش نہیں جس کی پیشانی پر بشاشت رحم دلی اور صدق دلی کے آثار نظر آتے ہوں جس کے ہاتھ دوسروں کی خدمت میں لگے رہتے ہوں۔ جو حق پسند

اور شیریں کلام ہو۔ جو بزرگوں کی خدمت کے لئے ہر وقت مستعد رہتی ہو جس کو اپنے جذبات اور خواہشات پر پورا تصرف حاصل ہو۔ جو پاکیزہ دل رکھتی ہو۔ جس کے دل میں دھرم کے لئے پیار ہو جو تکبر اور غرور نہ رکھتی ہو جس کے دل میں تمام جانداروں کے لئے رحم اور ہمدردی۔ علم کے لئے شوق اور محبت ہو ان تمام اوصاف سے موصوف لڑکی تلاش کرو"۔

شدھودن نے اپنے رنج کے پروہت کو لڑکی کی تلاش کے لئے بھیجا۔ پروہت نے مختلف مقامات میں پھر کر آخرش مہامایا دیوی کے بھائی دنڈپانی کی لڑکی گوپا کو منتخب کیا اور کچھ دنوں کے بعد راج محل میں واپس آیا۔ راجا نے سوچا کہ چونکہ کمار خود با علم اور دانا شخص ہے اس لئے اس کے لئے اپنی مرضی اور پسند کے موافق لڑکی کے ساتھ شادی کرنا ہی مناسب اور ضروری ہے اس کام کے پورا کرنے کے لئے انہوں نے سونے چاندی اور جواہرات سے پُر اشوک بھانڈ بانٹنے کی تقریب نکال کر اپنے خاندان کی تمام لڑکیوں کو دعوت دی۔

اس خاندان کی بہت سی لڑکیاں طرح طرح کے لباس اور زیورات سے آراستہ ہو کر راج محل میں داخل ہوئیں۔ کمار نے آکر لڑکیوں کو اشوک بھانڈ دینے شروع کئے لڑکیاں باری باری سے برتن لے کر چلی گئیں جب تمام اشوک بھانڈ ختم ہو گئے ایسے وقت میں دنڈپانی کی پیاری گوپا اپنی سکھیوں اور سہیلیوں کے ساتھ کمار کے سامنے آکھڑی ہوئیں۔ کمار نے آنکھ اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔ اور بس۔ نگاہ وہیں کی وہیں رہ گئی۔ چُپ چاپ گوپا کے چہرے کی طرف تاک لگا کر دیکھتے رہے۔ اس زندگی میں جو کیفیت

کبھی محسوس نہ کی تھی آج گوپا کے محبّت بھرے۔ شرمیلے اور پاک چہرے کی طرف نظر ڈالتے ہی اُس عجیب کیفیت میں محو ہو گئے۔ چاروں آنکھیں مل گئیں۔ اور ایک دوسرے کے چہرے کو دیکھ کر اُسی وقت پیدا ہوئی ہوئی بیقراری کو سیر کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد کُمار اپنے آپ میں آئے اور حیا سے مُنہ دوسری طرف پھیر لیا۔ ایک دفعہ پھر گوپا کا چہرہ دیکھنے کی خواہش ہوئی مگر شرم نے آکر روک پیدا کر دی۔ ڈنڈپانی کی لڑکی بھی سدھارتھ کے حُسن کے سمندر میں غرق ہو گئی۔ حیا اور محبت سے اُن کی کن پٹیوں کے پاس کی جگہ پسینے سے تر بتر اور رخسار سُرخ ہو گئے مُنہ نیچے کئے ہوئے بُت کی طرح کُمار کے سامنے کھڑی رہیں۔ اُسی حالت میں بہت سا وقت گزر گیا۔ گوپا ہوش آنے پر سوچنے لگیں کہ "وہ کس لئے آئی تھی اور کیا کر بیٹھی؟ اشوک بھانڈ لینے کے لئے آکر دل دے چلی۔ لیکن کچھ ہی ہو کُمار پر اپنے دل کا بھاؤ ظاہر نہ ہونے دونگی۔" دل ہی دل میں یہ سوچ کر خیالات کے سلسلے کو روکا۔ اور اپنے آپ کو سنبھال کر سرلتا سے ہنستے ہوئے کہا کہ "میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے کہ آپ نے مجھ کو اشوک بھانڈ سے محروم کر کے میرا اپمان (نرادر) کیا" کُمار نے شرماتے ہوئے کہا کہ "میں نے تمہارا اپمان نہیں کیا۔ تم سب سے پیچھے کیوں آئیں؟ خیر میں تم کو اپنی یہ انگوٹھی دیتا ہوں" کُماری نے جواب دیا "اشوک بھانڈ سمیت سونے کے زیورات پر میرا حق ہے" یہ سنتے ہی کُمار اپنے پہنے ہوئے زیورات اُتارنے لگے۔ گوپا نے یہ دیکھ کر کہا کہ "میں نہیں چاہتی کہ آپ زیور اُتاریں۔ میری مراد پوری ہوئی ہے" اور یہ کہہ کر جدائی کی تکلیف محسوس کرتے ہوئے وہاں سے چلی گئیں[1]۔

[1] مفصل دیکھنے کے لئے للت وستار کا بارھواں باب دیکھو۔

سہیلیوں نے دیکھا کہ کمار دنڈپانی کی لڑکی کی محبت کے سمندر میں ڈوب گیا ہے۔ یہ خبر راجہ کے کانوں تک پہنچی۔ شدھودن نے خوشی خوشی دنڈپانی کے پاس پروہت بھیجا جس کے جواب میں دنڈپانی نے کہلا بھیجا۔ کہ شاکیہ خاندان بہادری کی قدر کرتا ہے۔ صرف دولت دیکھ کر ہی نہیں بھول جاتا اگر کمار بہادری کا ثبوت دیں تو میری لڑکی اُن ہی کے لئے ہوگی۔ یہ جواب پاکر شدھودن پژمردہ سے ہو گئے۔ آخر کار سب لوگوں کے سامنے کمار نے مختلف قسم کے علوم کا امتحان دیا[1]۔ اور دنڈپانی نے خوشی کے ساتھ لڑکی کی شادی کے لئے رضامندی ظاہر کی۔

اُنیس[19] برس کی عمر میں ماموں کی لڑکی گوپا کے ساتھ بہت دھوم دھام سے شادی کی رسم ادا ہوئی[2]۔

کمار کے آزاد پاؤں میں زنجیر پڑ گئی۔ جو پرند غیر محدود آسمان میں اُڑتا پھرتا تھا۔ وہ پنجرے میں بند ہو گیا۔

اس ڈر سے کہ شاید کبھی ایک زنجیر ٹوٹ جاوے۔ راجہ شدھودن نے بہت سی زنجیروں میں کمار کو باندھنا شروع کیا۔ گرمی۔ برسات اور سرد موسم

---

[1] کہتے ہیں کہ پھاندنا۔ دوڑنا۔ تیرنا وغیرہ جسمانی ورزش۔ تیر پھینکنا۔ گھوڑے پر چڑھنا۔ رتھ چلانا وغیرہ فن بہادری۔ شاعری۔ صرف نحو تصنیف وغیرہ فن علوم۔ سیاست مدن وغیرہ فن سلطنت جوگ وغیرہ اصول دھرم اور دھیان۔ کپڑے اور موم کی مورت تیار کرنا وغیرہ فن صنعت دکھلائے۔

[2] شاکیہ لوگوں نے اپنے ملک سے بھاگ کر ایک ویران جنگل میں پناہ لی تھی۔ اُن کی تعداد کم ہونے کے باعث بہت قریبی رشتہ داروں میں شادی کرنے کا رواج جاری ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ کسی کسی نے اپنی بہن کے ساتھ بھی شادی کی تھی (رحمان بخش مصنف گنگر کا دیباچہ دیکھو)۔

کے مناسب نو منزلہ ہفت منزلہ اور پنج منزلہ آرام محل تیار ہوئے۔ خوبصورت اور فنِ رقص میں کاملہ بہت سی ناچنے والی عورتیں کمار کے دل کو خوش کرنے کے لئے مقرر ہوئیں۔ اور اپنے آپ بجنے والے ہر قسم کے باجے دن رات سُریلی آوازوں سے اُن آرام محلوں کو آنند سے بھرپور رکھنے کے لئے لاکر رکھے گئے۔ کمار کے اُداس دل کو فریفتہ کرنے کے لئے جس قدر سامان بہم پہنچانے ممکن تھے وہ سب انتہا درجہ تک اکٹھے کئے گئے جس دل میں دُنیا کی کسی چیز کے واسطے حرص باقی نہیں رہی تھی اُس کو دُنیا میں گرویدہ کرنے کی خاطر انسان جو کچھ کرسکتا ہے اس میں کوئی کسر باقی نہ رکھی گئی۔

گوپا عقلمند اور عالمہ تھیں۔ وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ استری دھرم کی کس طرح حفاظت کرنی چاہئے مگر وہ پردہ کا ظاہری نشان یعنی گھونگٹ نہیں نکالتی تھیں۔ اس لئے سب کہنے لگے کہ "گوپا بہت بےحیا عورت ہے" گوپا کے کانوں تک بھی یہ بات پہنچی۔ اُنہوں (گوپا) نے محل کی تمام مستورات کے سامنے اپنے آپ کو بےقصور ثابت کرنے کے لئے کہا کہ "دھارمک لوگ جس حالت میں رہیں اُسی میں شوبھا پاتے ہیں۔ نیک دل خواہ سیاہ فام ہوں اور اُس پر کُشا (ایک قسم کا گھاس) کے کپڑے پہنیں۔ ٹوٹی پھوٹی پُرانی جھونپڑی میں ہی رہیں۔ وہ اپنی ذاتی قابلیت سے ہی قدر و منزلت پاتے ہیں۔ دھرم ہی انسان کا پردہ اور انسان کی خوبصورتی ہے۔ مختلف قسم کے زیورات سے آراستہ بچّے بھی اگر گناہ کی پیروی کرے تو پھر اُس کا اصلی حُسن کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ جس کا اپنا دل ہی پاپ کا گھر ہے۔ باہر کا پردہ اُس کی کیا حفاظت کرسکتا ہے۔ وہ اُس زہر سے بھرے ہوئے گھڑے کی مانند ہے

جس کے صرف مُنہ پر امرت ہے۔ جسمانی خواہشات کو جس نے فتح کر لیا ہے
جس کی گفتگو باقاعدہ اور باسلیقہ ہے۔ تمام حواس پر جس کا قابو ہے جس کے
خیالات اپنے تصرف میں ہیں۔ جس کا دل خوش ہے اُس کو گھونگٹ سے
اپنا چہرہ ڈھانپنے کی کیا ضرورت ہے؟ جو لوگ بیحیا ہیں جن کو اپنی ذاتی عزت
کا پاس نہیں جن کا دل اپنے قابو میں نہیں۔ اور جن کے حواس اپنے تصرف
سے باہر ہیں وہ لوگ ہزار پردوں کے اندر رہنے پر بھی غیر محفوظ ہیں۔ جو
اپنے دل پر آپ حکومت کرتے ہیں۔ جن کا دل وچار اپنے سوامی میں ہے
ایسے شخص اگر چاند سورج کی طرح سب کے سامنے ظاہر بھی ہوں تو ہرج ہی
کیا ہے؟ جو اپنی حفاظت آپ کرتا ہے وہی ٹھیک طور پر محفوظ ہے۔ ورنہ
پردہ دار ہو کر گھر میں بند رہنے سے بھی عورتیں محفوظ نہیں ہیں۔ میرا نیک چلن
ہی میرا کبھی نہ پھٹنے والا پردہ ہے۔ میری صفات ہی وہ قلعہ ہے جسکو کوئی
فتح نہیں کر سکتا۔ دھرم میرا محافظ ہے۔ پھر کپڑے کے گھونگٹ کی مجھ کو
ضرورت ہی کیا ہے؟" اس قسم کے زوردار الفاظ میں سدھارتھ کی بیوی
نے گھونگٹ اور پردے کی رسم کے خلاف اپنی رائے ظاہر کی[1]۔

سدھارتھ اور گوپا کی شادی سونے اور ہیرے کا میل تھا۔ گوپا سایہ
کی طرح سوامی کی پیروی کرنے والی، سکھی کی طرح اُن کی بھلائی کے کام
کرنے والی اور سب معاملات میں اُن کی فرمانبردار تھیں۔ سدھارتھ ایسے
رتن کو حاصل کر کے اپنے آپ کو خوش نصیب خیال کرنے لگے اور سارا دل
اپنی پیاری کو دے دیا۔ پھولوں پر شبنم کے دو قطرے مل کر جس طرح ایک

---

[1] للت وستار کا بارھواں باب دیکھو۔

ہو جاتے ہیں۔ اُسی طرح اُن دو دِلوں کا سُکھ۔ دو دلوں کا دُکھ۔ دو دلوں کی امید ایک ہو گئی۔ دونوں ہی کو یہی ایک امید تھی کہ دونوں ایک دوسرے کے ہونگے اور یہ کوشش کرنے لگے کہ دیکھیں کون اپنے آپ کو دوسرے میں پورے طور پر فنا کر سکتا ہے۔ مقصد تھا تو یہی ایک کہ دونوں یشودھرا کے اننت پریم میں مل کر اننت شکتی حاصل کرینگے ؞

سِدھارتھ اب تک اکیلے اور بے مددگار زندگی بسر کرتے تھے دُنیا میں کسی نے اُن کی زندگی کے اعلےٰ مقصد کے ساتھ ہمدردی ظاہر نہیں کی۔ وہ بھی آہستہ آہستہ دُنیا سے علیحدہ ہوتے جاتے تھے۔ اب زندگی کا نیا اور خوش آیند راستہ کھُل گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کی زندگی کے گہرے راز کو محسوس کرنے اور ساتھی ہونے کے لائق ایک شخص دُنیا میں ملا ہے۔ اس لئے اس وقت سے کُمار کا بیراگی دل کسی قدر شانت ہو گیا۔ پاک گوپا کے خالص پریم ان کی سیوا اور خبر گیری سے سِدھارتھ کی اُداسی اور پژمردگی بہت کچھ کم ہو گئی ؞

شُدھودن کا شکی دِل یہ بات معلوم کر کے بہت خوش ہوا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی گہری محبت کی زنجیر میں بندھ گئے ہیں اور ان کو اپنی مرضی کے موافق لڑکے کو کنبہ دار بنانے کی کوشش میں کامیابی حاصل ہو گئی۔ لیکن دنیا میں ایشور کی مرضی کے برخلاف کون کھڑا ہو سکتا ہے ؞

 سنیاس سے پہلی حالت

چوتھا باب

سنیاس سے پہلی حالت

جس طرح سخت طوفان سے پہلے سمندر چپ چاپ اور بے حرکت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اب دارالسلطنت کپل وستو میں بھی ایک عجیب سناٹے کا عالم دکھائی دیتا ہے۔ کسی کے دل میں کسی قسم کا جوش نہیں دکھائی دیتا۔ راجہ شدھودن نے خیال کیا کہ چونکہ خوف کا باعث دور ہو گیا ہے اس لئے اب وہ بے فکر ہے۔ ماں جیسی گوتمی کا نرم دل بھی اب تفکرات سے ڈانواڈول نہیں ہوتا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ اپنے سوامی پر موہت گوپا نے پتی کے دل میں اپنی سلطنت قائم کر لی ہے۔ دونوں ہی یہ خیال کرتے ہیں کہ زندگی کی کشتی دھیمی دھیمی اور سکھ دینے والی ہوا کے جھکولوں کے ذریعے اس سنسار ساگر سے پار ہو جائیگی۔ راجہ کے بڑھاپے کا آغاز ہے۔ سلطنت کے کاروبار دانا بیٹے کے سپرد کر کے باقی عمر خلوت میں گزاریںگے اور ایشور پریم میں محو ہو کر اس دنیا سے رخصت ہو جائیںگے۔ اس قسم کے خیالی اور فرضی آسمان میں کئی طرح کی خوبصورت تصاویر کھینچ کر بہت سکھی ہو رہے ہیں۔ شدھودن اس وقت یہ نہ جانتے تھے کہ آخری عمر میں ان کو بہت تکلیف برداشت کرنی پڑیگی۔ ہائے! اس دنیا میں کس کی ساری آرزوئیں پوری ہوئی ہیں کہ شدھودن کی ہوتیں۔

راجہ کی مصیبت کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ ایک روز سدھارتھ اپنی خوابگاہ

میں سوئے ہوئے ہیں۔ رات ختم ہونے کو ہے۔ ایسے وقت میں گانے والوں نے آکر سدھارتھ کو نیند سے جگانے کے لئے صبح کے وقت کی منگل گاتھا گانی شروع کی:

گیت کا ترجمہ:-

"یہ جہان بڑھاپے۔ بیماری اور دکھ میں جل رہا ہے۔ موت کی آگ سے روشن اور بے یار و مددگار ہے۔ بے سمجھ دنیا گھڑے میں تڑپتے ہوئے بھنورے کی مانند کسی طرح بھی اُس کے ہاتھ سے نہیں چھٹتی ہے۔ یہ دنیا موسم شرت (بھادوں۔ اسوج) کے بادلوں کی طرح ناپائیدار ہے۔ یہاں کی پیدائش اور موت تماشہ گاہ کے نٹ کی طرح ہے۔ زوردار پہاڑی ندی کی طرح تیز رفتار انسانی زندگی آسمان کی بجلی کی طرح چلی جا رہی ہے۔ اس لوک اور پرلوک میں دنیا کی چیزوں کے لئے حرص اور جہالت میں پھنسے ہوئے لوگ کور باطن ہو کر کمھار کے چاک کی طرح ہمیشہ پھر رہے ہیں۔ جس طرح ہرن لالچ کے بس ہو کر شکاری کے پھندے میں پھنس جاتا ہے اُسی طرح اس دنیا کے رہنے والے انسان خوبصورت رنگ۔ سریلی آواز۔ دلکش بو۔ لذیذ ذائقہ اور خوشگوار لمس کے سکھ میں وابستہ ہو کر جال میں پھنس گئے ہیں۔ موت سخت دشمن اور خوف کا باعث ہے۔"

"باسنا (خواہش) بہت بڑی رنج و الم اور تباہی کی بنیاد ہے اور خوشی کے تمام سامان تلوار کی دھار اور زہردار ہتھیار کی طرح ہیں اس لئے ان کو تیاگ (ترک) کرو۔ بار بار کی یاد بھی غم پیدا کرنے والی۔ جہالت لانے والی۔ شہوت پیدا کرنے والی۔ دکھ کی بنیاد اور ہوس دنیا کی بیل کا سہارا ہے۔ آریہ لوگ اس باسنا کو جلتی ہوئی آگ سمجھ کر ڈرتے تھے۔ یہ بہت بڑی دلدل کی طرح ہے۔ تلوار یا

کے سمندر کی طرح ہے۔ اور شہد میں لتھڑے ہوئے چھُرے کی دھار کی طرح ہے۔ یہ باسنا پانی کے عکسی چاند کی طرح ہے۔ اور پہاڑ کی گونج کی طرح بے حقیقت اور تھوڑی دیر تک رہنے والی ہے۔ دانا لوگ اس کو تماشہ گاہ کے کھلاڑی یا خواب کی طرح جانتے تھے۔ یہ باسنا مایا کے سراب کی طرح ہے اور ناپائدار ہے۔ یہ پانی کے حباب اور جھاگ کی طرح ہے۔ گیانی لوگ اس کو اسّت اور وہم سے پیدا ہوئی چیز سمجھتے ہیں''۔

''اوائل عمر میں جسم کیسا خوبصورت پیارا اور سہاؤنا رہتا ہے۔ لیکن جب بڑھاپے۔ بیماری اور دُکھ سے کمزور ہو جاتا ہے۔ تب جس طرح ہرن خشک ندی کو چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے اُسی طرح انسان اس کو بھی چھوڑ دیتا ہے دولت اور بہت سے سامان موجود رہنے سے کئی لوگ دوست اور رشتہ دار بن جاتے ہیں۔ لیکن بے زر ہو جانے یا مصیبت میں مبتلا ہونے سے وہی رشتہ دار اس طرح چھوڑ کر چلے جاتے ہیں جس طرح خالی جنگل کو''۔

''دان کرنے والا انسان پھلے پھولے درخت کی طرح سب کی محبت کے لائق ہوتا ہے۔ لیکن وہ بوڑھا ہو کر اگر غریب ہو جاوے تو کمر کے درد سے بیمار۔ نفرت کے لائق اور بھکھاری ہو جاتا ہے۔ بڑھاپے کا مارا ہوا بجلی گرنے سے جلے ہوئے درخت کی طرح تباہ ہو جاتا ہے۔ بوڑھا آدمی گھر میں رہنے کیلئے بھی وقت نہیں پاتا۔ اس لئے اے مُنی! اس بڑھاپے کے ہاتھ سے رہائی پانے کا نسخہ بتلاؤ۔ مالُولتا جس طرح شال کے جنگل کو خشک کر دیتی ہے اُسی طرح بڑھاپا مرد اور عورتوں کو سکھا دیتا ہے۔ بڑھاپا انسان کو کیچڑ میں پھنسے ہوئے آدمی کی طرح طاقت۔ ہمت اور جوش سے پرے پھینک دیتا ہے۔ بڑھاپا خوبصورتی

کو بدصورتی میں بدل دیتا۔ طاقت اور سُکھ چھین لیتا ہے۔ بڑھاپا نِرآدر کا باعث اور سرگرمی اور خوبصورتی کو چھیننے والا ہے۔ یہ جگت ہمیشہ ہی بہت سی بیماریوں اور سخت تکلیفوں میں جل رہا ہے اس لئے اے منی! اس جگت کو بڑھاپے کی تکلیف سے گھبرا ہوا دیکھ کر جلدی اُس دُکھ سے رہائی دینے والا اُپدیش دو + موسم سرما کی سخت سردی کے پالے سے جس طرح گھاس پھوس بیل اور جنگل کے درخت مُرجھا جاتے ہیں۔ اسی طرح سرگرمی کو دور کرنے والا۔ بہت سی مصیبتوں سے بھرا ہوا بڑھاپا انسان کے حواسوں۔ حُسن اور طاقت کو برباد کرتا ہے"۔

"جس طرح دریا کے بہاؤ میں پڑے ہوئے درخت کے پتے الگ ہو جاتے ہیں اُسی طرح اس بھوساگر میں پیاری چیزوں اور عزیز لوگوں سے ہمیشہ جدائی ہو رہی ہے۔ پھر کسی کے ساتھ بھی ملاقات نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی یہاں پھر واپس آتا ہے۔ سب کچھ موت کے مُنہ میں جا کر تباہ ہو رہا ہے۔ موت سب کو اپنے تصرف میں لا رہی ہے مگر کوئی بھی موت کو اپنے بس میں نہیں کر سکتا۔ موت کا دریا دیودار کے ٹکڑوں کی طرح سب کو بہائے جا رہا ہے"۔

"جس طرح پانی میں رہنے والا کیکڑا جانوروں کو گرڑ سانپ کو۔ شیر ہاتھی کو۔ اور آگ گھاس پھوس اور نیز جانوروں کو کھا لیتی ہے۔ اسی طرح موت سیکڑوں جانداروں کو نگل جاتی ہے۔ اس لئے تم نے پہلے اسی قسم کے نقصوں سے تکلیف پائے ہوئے جگت کے اُدھار کے لئے جو توجہ اور خواہش کی تھی اُس کو یاد کرو۔ رہا کرنے کا تمہارے لئے یہی اصل وقت ہے"۔

چاند مغرب کی طرف غروب ہو رہا تھا اور صبح صادق کی سہاونی روشنی مشرق

کی طرف سے دکھائی دینے لگی تھی کہ سِدھارتھ یہ عجیب و غریب گانا سُن کر حیران رہ گئے۔ اور نہ سمجھ سکے کہ آیا وہ سوتے ہیں یا جاگتے ہیں۔ ایک دفعہ خیال کیا کہ اس دنیا میں تو ایسا گیت ممکن نہیں ہو سکتا۔ میں شاید خواب دیکھ رہا ہوں۔ مگر پرندوں کے چہچہانے سے جاگ اٹھے اور سنگیت کے عجیب و غریب بھاؤ پر وہ موہت ہو گئے۔ اُن کا سویا ہوا دل جاگ اٹھا۔ بیراگ کی چھپی ہوئی آگ پھر بھڑک اٹھی۔ وہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئے۔ سنگیت کی سُر کی ترنگ نے اُن کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ اور جیون کی پرانی پرتگیا (عہد) اُن کو یاد دلا دی۔ زندگی کی پہلی باتیں یاد کرتے کرتے وہ بہت بیقرار ہو گئے اور زندگی کا اعلیٰ مقصد خوب روشن ہو گیا۔ اسی دن سے اُن کے چہرے کی بشاشت ختم ہو گئی۔ تفکرات کے بادلوں نے اُن کے مکھڑے کو اُداس کر دیا۔ چنتا نے بڑھتے بڑھتے تمام کاروبار کو اپنے اندر جذب کر لیا۔ گو پتا نے بہت کوشش کی مگر یہ چنتا دور نہ ہوئی ؛

سِدھارتھ کے پران میں اب گہری بھوکھ جاگی۔ امرت کی خوراک کے بغیر بھلا سیری کہاں ہو سکتی تھی ؟

سِدھارتھ نے دیکھا کہ وہ روز بروز پکے سنساری ہوتے جاتے ہیں۔ مایا کا کبھی نہ ٹوٹنے والا جال اُن کی زمین دل پر بچھا ہوا ہے جن کھیلوں اور دل لگیوں کو وہ کبھی زہر کی طرح خیال کرتے تھے وہ ہی اُن کی خوشی کا باعث بن رہی ہیں۔ اس لئے یہ سوچ کر کہ اب چونکہ موقع ہاتھ میں ہے تو اس زہر کے درخت کی جڑ کو اکھاڑ دینا چاہئے۔ پھر نرجن جگہوں میں بیٹھ کر دھیان کرنے لگے۔ دھیان کی عجیب طاقت سے اُن کے دل کی آنکھیں کھل گئیں۔ سنسا

کا سکھ آہستہ آہستہ نامرغوب ہو گیا۔ اُنہوں نے سوچا کہ "اس سنسار میں سب کچھ انت (ناپائیدار) ہے کچھ بھی ہمیشہ قائم رہنے والا نہیں ہے۔ یہ جیون اُس چنگاری کی طرح ہے جو دو لکڑیوں کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور روشن ہوتے ہی بجھ جاتی ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ زندگی کہاں سے آئی اور کہاں چلی گئی۔ یہ زندگی بینا کی آواز کی طرح ہے جس کی پیدائش اور فنا کی حقیقت سمجھنے میں بڑے بڑے عالموں کی عقل حیران ہے۔ اس انت جگت (فانی دنیا) کے درمیان یقیناً کوئی نِت (ابدی) پدارتھ ہے جس کو پا کر انسان شانتی پاتا ہے۔ اگر وہ چیز مجھ کو مل جاوے تو میں انسانوں کے سامنے ایک نئی روشنی ظاہر کر سکوں گا۔ اور اگر میں خود مُکت (آزاد) ہو جاؤں۔ تو اور سب کو مُکتی (آزادی۔ نجات) کا راستہ دکھا سکوں گا۔" یہ خیال سِدھارتھ کو غور و فکر کے گہرے سمندر میں ڈوبائے رکھتا تھا۔

سِدھارتھ کو ہمیشہ چِنتا میں غرق دیکھ کر گوپا کا دل بھی گھبراتا تھا۔ ایک دن سِدھارتھ اور گوپا ایک ہی کمرے میں سوئے ہوئے تھے۔ کہ آدھی رات کے بعد گوپا نے خواب میں دیکھا کہ تمام زمین کانپ رہی ہے۔ سخت ہوا کے سبب سارے درخت گر پڑے۔ چاند سورج ستارے اپنے اپنے راستے کو چھوڑ کر زمین پر گرتے ہوئے ہیں۔ میرے سر کے کیس بھی گر پڑے ہیں اور دائیں ہاتھ میں پکڑا ہوا مکٹ ٹوٹ گیا۔ ہاتھ پاؤں اور پہنے ہوئے کپڑے اتر گئے۔ جواہرات کے ہار ٹوٹ کر بکھر گئے۔ پلنگ گر کر زمین سے لگ گیا ہے۔ خوبصورت شاہی چیز بھی شکستہ ہو گیا ہے۔ سوامی کے زیور پہننے کے کپڑے اور مکٹ بستر کے پاس گرے پڑے ہیں۔ ستارے بہت جلدی

جلدی بکثرت ٹوٹ رہے ہیں۔ تمام شہر پر گہرا اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ جواہرات سے سجائے ہوئے دریچے اور جنگلے سب کھٹ گئے ہیں اور سمندر بھی گویا ڈر سے لرز رہا ہے ؛

یہ خوفناک خواب دیکھ کر گوپا جاگ اٹھیں۔ اپنے سوامی کو جگایا اور یہ خواب سنایا اور خوف زدہ ہوکر پوچھا کہ ہے ناتھ! ایسا خواب دیکھنے سے مجھ کو کس قسم کے واقعات پیش آئینگے؟ میرے حواس باختہ اور میرا دل بہت غمگین ہو رہا ہے ؛

سِدّھارتھ نے یہ خواب سُن کر بیقرار اور خاوند کے گلے میں ہاتھ ڈالے ہوئی گوپا کو نہایت محبت سے کہا کہ :-

"پیاری! تم ڈرو نہیں بلکہ خوشی مناؤ۔ تم نے کوئی پاپ نہیں کیا ہے۔ پن آتما ہی اس قسم کے خواب دیکھتے ہیں۔ تم سب لوگوں کی تعظیم کے لائق اور دُکھ رُوپی دشمن کو دور کرنے کا باعث ہوگی۔ اور میں موہ کے اندھیرے میں گیان کا چراغ روشن کرونگا۔ پیاری! خوش ہو اور کچھ خوف نہ کرو کہ میں سب کے دُکھ دُور کرنے کے واسطے یہ جیون ارپن کرونگا۔ اس زمین پر لاکھوں سخت تکلیف میں خستہ حال ہیں۔ کون ہے جو اُن کی تباہی پر ایک دفعہ بھی غور کرتا ہے؟ میں انسانوں کے سخت دُکھ کو دیکھ کر سنسار سُکھ میں زیادہ غافل نہیں رہ سکتا۔ اب میرے دل میں ناپائدار سُکھوں کے لئے کچھ بھی کشش نہیں رہی۔ میری یہی خواہش ہے کہ زمین میرا بستر اور پتھر میرا تکیہ ہو۔ قدرتی خالص پانی جنگل کے پھل میری خوراک ہو۔ تمام مرد اور عورتیں میرے بھائی اور بہنیں اور چرند پرند میرے بندھو ہوں۔ پران سے پیاری گوپا! میں اور کچھ نہیں

چاہتا؟ مجھ کو اور کسی چیز میں بھی سُکھ نہیں ملتا ہے تم خوش ہو اور جیون کے جہاں برت میں میری مددگار ہو"۔

یہ کہتے کہتے سِدھارتھ رونے لگے۔ اور سوامی کو پران سروپ پیار کرنے والی گوپا سوامی کے گلے میں ہاتھ ڈال کر چپ چاپ آنسوؤں کی دھار بہانے لگیں۔ وہ اُس وقت یہ سوچتی تھیں کہ چونکہ سوامی نہایت اعلےٰ اور پاک مقصد کے لئے جانا چاہتے ہیں۔ اس لئے اُن کو روکنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ مگر سوامی کو سنسار سے وداع کر کے اکیلی اس دنیا کے بن میں کس طرح یہ زندگی ختم کرونگی؟ پران سے زیادہ پیارے سوامی جگت کے دُکھ سے دُکھی ہیں۔ اگر دنیا کو چھوڑ دینے سے اُن کا ہمیشہ غمگین رہنے والا چہرہ بشاش ہو سکے۔ تو ہزاروں دُکھ اپنے سر پر لینا بھی مجھ کو منظور ہے۔ سوامی کو تھوڑا سا سُکھ دینے کے لئے اگر جیون دینے کی ضرورت ہو۔ تو بھی مجھ کو ڈر نہیں۔ مگر سوامی کا رونا اور دُکھ اب اور نہیں سہا جاتا"۔

پتی کو پران سروپ رکھنے والی ستی گوپا نے آج یہی سنکلپ کیا کہ سوامی کے راستے میں روک نہیں ہونگی۔ چنانچہ سوامی کے سُکھ کے لئے جیون اور سب کچھ قربان کر دیا۔

یہ خبر معلوم ہونے پر شدھودن کے دل کے صاف مطلع پر پھر غم کی گھٹا چھا گئی بیٹے کو طرح طرح سے سمجھانے لگے۔ لیکن کسی طرح سے بھی کامیاب نہ ہوئے۔

اگرچہ سدھارتھ دنیوی زندگی میں گرویدہ نہ ہوئے تھے۔ لیکن دنیا میں ہی رہ کر زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر مفصلہ ذیل چار معمولی نظاروں نے اُن کا

ہمیشہ کے لئے دُنیا سے تعلق قطع کر دیا۔

ایک دن شام کے وقت سِدّھارتھ نے جبکہ وہ بہت سے لوگوں کے ساتھ شہر کے مشرقی دروازہ سے پرمود کانن (آرام بن) کو جا رہے تھے۔ راستے میں ایک لاچار اور عمر رسیدہ شخص کو دیکھا اور پوچھا کہ "اے ساتھی! (کوچوان!) یہ خستہ جسم و جان کمزور شخص کون ہے؟ اس کا تمام گوشت خشک ہوگیا ہے۔ سب رگیں نظر آنے لگی ہیں۔ بال سفید ہوگئے ہیں۔ دانت گر گئے ہیں۔ ایک لکڑی پر سہارا رکھ کر کتنی تکلیف کے ساتھ لڑکھڑاتے ہوئے پاؤں سے جا رہا ہے"۔

ساتھی (کوچوان) نے جواب دیا "اے دیوا یہ شخص بڑھاپے کی وجہ سے کمزور۔ حواس باختہ۔ بہت دُکھی۔ ناطاقت۔ نکما۔ اور بے سہارا ہوگیا ہے اس کے رشتہ داروں نے گھنے جنگل میں کھڑے ہوئے خشک دیودار کی طرح اس کو چھوڑ دیا ہے"۔

کمار نے کوچوان سے یہ سُن کر بہت تکلیف محسوس کرتے ہوئے پھر پوچھا کہ "کیا یہ بڑھاپا اس شخص کا کُل دھرم ہے۔ یا کہ ساری دُنیا کی ہی یہ حالت ہوتی ہے۔ اصل بات مجھ کو جلدی بتلا دے۔ تو اُس کے موافق اس کا باعث معلوم کرنے میں مشغول ہونگا"۔

کوچوان نے کہا "اے دیوا یہ کُل دھرم یا راج دھرم نہیں ہے۔ بڑھاپا جگت کے ہر ایک جاندار کی جوانی کو نباش کر دیتا ہے۔ آپ۔ آپ کے ماتا پتا۔ آپ کے رشتہ دار اور آپ کے دوست سب ہی بڑھاپے کے ادھین ہیں۔ سب کا یہی انجام ہے"۔

یہ سُن کر کمار بولا کہ "رے جاہل لوگوں کی عقل پر افسوس ہے! ہائے! کیسے بیوقوف ہیں کہ جوانی کے نشے میں مست ہو کر جسم کے انجام کو ایک دفعہ بھی غور کر کے نہیں دیکھتے۔ سارتھی! بس اب رتھ کو کھڑا کر لے۔ بڑھاپا جس پر ایک دن حملہ کریگا۔ اُس کو کھیل کود کی خوشی سے کیا مطلب ہے؟" یہ کہہ کر راج کمار متفکر دل کے ساتھ گھر میں واپس چلے آئے۔ شدھودن کمار کے واپس آنے کا باعث معلوم کر کے بہت ڈر گئے۔ اور سُریلی آواز کے ساتھ گانے اور ناچنے والیوں کو کمار کا دل خوش کرنے کے لئے مقرر کیا۔ کیونکہ لڑکے کو پیار کرنے والے شدھودن اس خیال میں تھے۔ کہ کمار کو خوشی کی ترنگ میں مست رکھ کر بیراگ چنتا سے اُن کا دل ہٹا لینگے ॥

پھر ایک دن کمار شہر کے جنوبی دروازے سے پرمود اُدیان (آرام باغ) کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں ایک شخص کو دیکھ کر پوچھا کہ "رے کوچوان! یہ بدصورت۔ زرد رنگ۔ بدحواس لمبی لمبی سانس بھرنے والا۔ تمام جسم سوکھا ہوا۔ پیٹ کے درد سے بیاکل۔ بہت دُکھ پایا ہوا۔ اپنے ہی مل موتر پر سویا ہوا کون ہے"؟

کوچوان نے کہا کہ "رے دیو! یہ شخص بیماری میں مبتلا بہت بے چین ہے۔ اس کے مرنے کا وقت نزدیک ہے۔ اس شخص کے لئے اب صحت نہیں رہی صحت کے ساتھ طاقت اور طاقت کے ساتھ تمام جوش جاتا رہا۔ بس اب اس کی رہائی نہیں۔ یہ شخص بالکل بے یار و مددگار رہے ہے"۔

کمار نے کہا "صحت کی حالت خواب کی طرح ناپائیدار ہے۔ بیماری کیسی ڈراؤنی صورت لے آتی ہے۔ کوئی دانا ایسی حالت دیکھ کر خوشی اور کھیل

تماشوں میں مشغول نہیں رہ سکتا"۔

کمار آرام باغ میں نہ گئے۔ اور بہت بیقرار ہوکر راستہ سے ہی واپس چلے آئے۔ راجہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو وہ بہت غمگین اور اُداس ہوگئے۔

پھر ایک دن راج کمار شہر کے مغربی دروازے سے باغ کی طرف جارہے تھے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ لوگ چارپائی کے اوپر کپڑے سے ڈھانپے ہوئے ایک آدمی کی لاش لئے ہوئے روتے پیٹتے چلے جارہے ہیں۔ اُن کے آنسو لگاتار بہ رہے ہیں اور ناقابل برداشت دُکھ میں بال نوچ رہے ہیں۔ مٹی میں لوٹ رہے ہیں۔ یہ خوفناک نظارہ دیکھ کر راج کمار نے سارتھی سے پوچھا۔ کہ "یہ کیا ہے؟ کہ جو یہ شخص چارپائی پر سوئے ہوئے مرد کو اُٹھائے لئے جاتے ہیں۔ اُن کے بال بکھرے ہوئے اور سروں پر خاک ڈالے ہوئے چھاتی پیٹ رہے ہیں۔ اور طرح طرح کے بلاپ کی آوازسے سب کو شوک کے سمندر میں بہا رہے ہیں"۔

سارتھی نے جواب دیا کہ "ہے دیو! کوئی مرگیا ہے۔ یہ شخص پھر اس دنیا میں باپ۔ ماں۔ استری۔ پتر کو نہیں دیکھ سکیگا۔ بیٹا۔ ماتا۔ دوست رشتہ دار۔ گھر اور سکھ کو چھوڑ کر پرلوک کو چلا گیا ہے اور ان سے پھر کبھی نہیں مل سکیگا"۔

سارتھی کی یہ بات سُن کر کمار نے افسردہ خاطر ہوکر کہا۔ کہ "بڑھاپے کے ذریعے سے تباہ ہوجانے والی جوانی اور طرح طرح کی بیماریوں سے بگڑ جانے والی صحت پر بھی لعنت ہے۔ اس ناپائدار زندگی پر بھی لعنت ہے۔ اور خوشی میں گرویدہ عام لوگوں پر بھی لعنت ہے۔ اگر بالفرض بڑھاپا۔

بیماری اور موت کچھ بھی نہ ہوتی - پھر بھی کیا ہوتا۔ انسان کا اپنا وجود ہی انسان کے دُکھ کا کارن ہے۔ بڑھاپا۔ بیماری اور موت جب ہمیشہ ہی ساتھ ہیں تو پھر کس اُمید پر انسان خوشی منائے! اب گھر واپس چلو۔ میں مکتی کا ذریعہ اچھی طرح سوچونگا"۔

پھر ایک دن جب راج کمار شمالی دروازہ سے بلاس بھون (عیش محل) کو جا رہے تھے۔ تو ایک اجنبی شخص کی شکل دیکھ کر پوچھا کہ سارتھی یہ شانت چت بھگویں کپڑے پہنے۔ ہاتھ میں بھیک کا کاسہ لئے آہستہ آہستہ کون جا رہا ہے؟ اس کی نگاہ نیچے ہی کی طرف ہے۔ آنکھ اُٹھا کر اوپر نہیں دیکھتا۔ اور اس کی شکل حلم اور نمرتا کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ عجیب قسم کا انسان میں نے دیکھا ہے!

سارتھی نے کہا کہ "ہے دیو! یہ شخص بھکشو (یعنی درویش) ہے۔ اس نے سنسار کی ساری خواہشوں کو چھوڑ دیا ہے۔ اس کا آچرن (طریق زندگی) حلیم آدمیوں کی طرح ہے۔ اس نے سنیاس دھرم اختیار کیا ہے۔ کیا چھوٹا اور کیا بڑا سب کو اپنے آپ جیسا سمجھتا ہے۔ اس نے راگ اور دویش (اُلفت اور نفرت) کو جیت لیا ہے۔ اور بھیک کے کھانے سے اپنی زندگی بسر کرتا ہے"۔

یہ بات سُن کر راج کمار بول اُٹھے "آج تُو نے وہ بات کہی ہے۔ جس کے لئے میرا دل خواہشمند تھا۔ عالموں نے ہمیشہ سنیاس دھرم کی تعریف کی ہے۔ اسی سنیاس دھرم سے اپنا اور دوسروں کا بھلا ہوتا ہے۔ اسی سے جیون سُکھی ہوتا ہے۔ اور اسی سے میٹھا امرت کا پھل حاصل

ہوتا ہے"۔

کمار آج گھر کو واپس نہ آئے بلکہ زندگی کے فرائض پورا کرنے ہر جن باغ محل میں چلے گئے۔

ایک تو بچپن سے ہی دنیوی خوشیوں اور سکھوں کی طرف کمار کی آسکتی (لگروبدگی) نہ تھی۔ سب کچھ ناپائدار معلوم ہوتا تھا۔ سنسار ان کو سکھی نہیں کر سکا تھا۔ اس بھو ساگر میں پڑے ہوئے چاروں طرف خلا ہی دیکھتے تھے اور کسی سہارے کے لئے بیقرار ہو رہے تھے کہ اسی اشانتی کی حالت میں بڑھاپے کے دکھ۔ بیماری کی تکلیف اور زندگی کے انجام کا نظارہ دیکھ کر دنیا کی طرف سے اور بھی غیر مانوس ہو گئے۔ یکایک اس دنیا کے سکھ دکھ سے بالا۔ ہمیشہ خوش رہنے والے بھکشو کی پرشانت (اطمینان) مورتی دیکھ کر سوچے کہ تمام ناپائداری کے ہاتھ سے رہائی کا ذریعہ میں نے پالیا ہے۔ میں بھی ابھی بھکشو کا راستہ اختیار کرونگا۔ اور لوگوں کو بھی یہی راستہ اختیار کرنے کے لئے اپدیش دوں گا۔ میں نے خیال کیا تھا۔ کہ دنیادار ہو کر لوگوں کو دھرم کی تعلیم دوں۔ لیکن اب دیکھتا ہوں کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ جیون اور من ارپن کئے بنا دیش میں پھیلے ہوئے ادھرم سے لوگوں کو بچایا نہیں جا سکتا۔ سنسار میں رہ کر دھرم کو پالنا بیشک ممکن ہے۔ لیکن سب کچھ تیاگ کر کے بیفکر نہ ہونے اور دھرم کے لئے انمت دمست، ہو کر باہر نہ نکلنے سے دھرم سے خالی انسانوں کو ٹھیک راستے پر نہیں لایا جا سکتا۔

پانچواں باب

نوین سنیاسی

رفتہ رفتہ کمار کے دل میں بیقراری کے طوفان کا زیادہ زور ہونے لگا۔ وہ طلوع آفتاب سے پہلے محل سے باہر نکل کر اس بیقراری کے تدارک کا آخری فیصلہ کرنے کے لئے شال درخت کے نیچے جا بیٹھے۔ سارا دن بیت گیا رات بھی ختم ہو گئی اور جب سورج نے از سر نو مشرق کی طرف سے اپنی کرنوں کو اس روئے زمین پر پھیلانا شروع کر دیا۔ اور تمام حیوانات رات کی گود میں آرام کی نیند سو کر جاگ پڑے۔ تب بھی کمار اس درخت کے نیچے سے نہیں اٹھے۔ نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ نہ سوئے نہ آرام کیا اور یہ وقت یوں ہی گزار دیا اور دل کے اندر جو سنگرام ہو رہا تھا اس کا خاتمہ نہ ہوا۔

وہ سوچتے تھے کہ یہ سچ ہے کہ دنیا میں ملوث رہ کر دل کی مراد پوری نہیں ہو گی۔ لیکن باپ کے محبت بھرے دل کو کس طرح چوٹ لگاؤں۔ ماں جیسی گوتمی کے پیار کے بندھن کو کس طرح کاٹوں۔ اپنی زندگی کی نسبت سوامی کو زیادہ پیار کرنے والی گوپا کو کیا کہ کر عمر بھر کے لئے چھوڑ کر چلا جاؤں۔ یہی چنتا ان کو سخت تکلیف دیتی تھی۔ کبھی کبھی دل مضبوط بھی ہو جاتا تھا۔ مگر پھر باپ کا اپار سنیہ اور ان کا غم سے بھرا ہوا چہرہ سامنے آ کر تمام مضبوطی کو توڑ دیتا تھا۔ کئی دفعہ دنیا کے چھوڑنے کیلئے ان کے دل میں پختہ

ارادہ ہوا۔ لیکن گوپا کی نسبت جب خیال کرنے لگتے تھے کہ جو گوپا سوامی کے بنا اور کسی کو جانتی نہیں جس نے سوامی کو ہی زندگی کا ایک سہارا بنایا ہوا ہے جس نے ایک دن بھی کبھی کوئی سخت بات نہیں کہی ہے۔ جو گوپا محبت مجسم ہے۔ اُس گوپا کا خیال دل میں آتا تھا تو سارے ارادے ہوا میں مل جاتے تھے۔ لیکن دوسری طرف سنسار میں رہ کر زندگی بسر کرنی اُنکے لئے بہت مشکل ہو چکی تھی اس شوک میں ڈوبے ہوئے پران کو لے کر رہنا ناممکن ہو گیا تھا۔ دیش کے اندر دھرم کے نام سے ادھرم کا راج پھیلا ہوا اور مرد اور عورتوں کی جان بڑھاپے۔ بیماری اور موت کی تکلیف میں جلتے اور سارے چیزوں کو لے کر کروڑوں انسان عمریں بسر کرتے دیکھ کر کمار کا دل بہت دُکھی ہوتا تھا۔ اور مکتی کا ذریعہ معلوم کرکے تمام نوع انسان کے دکھوں کو دور کرنے کے لئے سب کچھ سمرپن کرنے کے واسطے تیار ہوتا تھا۔ اور تمام سُکھوں کو چھوڑ کر اپنی اور دوسروں کی حقیقی بھلائی کے لئے پرتھوی کے سارے دُکھوں کو اپنے سر پر اٹھانا چاہتا تھا۔

سدھارتھ کے دل میں اس قسم کا سخت سنگرام ہو رہا تھا کہ یہ خبر آئی کہ گوپا کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ سدھارتھ یہ خبر سنتے ہی بول اُٹھے کہ "ایک بندھن اور بڑھ گیا" راجہ نے پوتے کی پیدائش کی خوش خبری سُن کر کہا کہ "میرے پوتے کا نام راہُل ہو" سدھارتھ نے دیکھا۔ کہ جس سنسار کے بندھنوں کو توڑنے کے لئے ان کا دل رات دن اس قدر بیقرار ہے اُسی سنسار کا ایک اور بندھن بڑھ گیا ہے۔ کچھ دن اور سنسار میں رہنے سے اور بندھن بڑھتے جائینگے۔ یہ خیال کرکے جلد ہی دنیا کو چھوڑنے کے

لئے مضبوط ارادہ کیا۔ اور لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی اُداس اور متفکر ہوکر راج محل کی طرف روانہ ہوئے۔ اُنہوں نے راستہ میں دیکھا۔ کہ اس خوشخبری سے تمام شہر نے آتسب کی صورت قبول کی ہے۔ اور شاکیہ خاندان کے لوگ خوشی میں چاروں طرف دوڑ رہے ہیں۔ سدھارتھ کے آنے کی خبر سن کر عورتیں منگل گیت گا کر اُن کو خوش آمدید کہنے کے لئے گھروں کی چھتوں دریچوں اور دروازوں پر کھڑی ہوگئیں۔ سجے ہوئے شاہی راستہ کے آس پاس کے گھروں سے پھولوں کے گلدستے اور پھولوں کی مالا بارش کی طرح کمار کے اُوپر برسنے لگیں۔ سارا شہر آنند سنگیت کی ترنگ اور پھولوں کی سگندھ سے بھر گیا تھا۔ جب کمار بازار کے اندر سے گذر رہے تھے۔ تو اُس شور و غل کے اندر کرشا گوتمی نامی کوئی شاکیہ خاندان کی کنواری لڑکی یہ گیت گا رہی تھی :-

"وہ ماں باپ بہت ہی سکھی ہیں۔ جن کا ایسا لڑکا ہے۔ اور وہ استری بھی بہت سکھی ہے جس کا ایسا سوامی ہے"۔ اس سنگیت نے سدھارتھ کو اُدھر متوجہ کیا۔ اور اس خوشی کے شور و غل میں اُن کے غور و فکر کی رفتار کو اس طرف ڈال دیا کہ جن کا دل پاپ کے بوجھ سے دبا ہوا ہے۔ وہ کیا اس دنیا میں سکھی ہو سکتے ہیں؟ وہ لوگ موہ بس ہو کر اس لوک اور پرلوک کی بے شمار تکلیفوں کو پیدا کرتے ہیں۔ جلدی چلے جانے والے سکھوں کی خاطر لاانتہا زندگی کے بہت بڑے دکھ میں ڈوبتے ہیں۔ جب خواہشات کی آگ بجھ جاتی ہے۔ تب انسان سکھ حاصل کرتا ہے۔ جب موہ اور دویش کی اگنی نربان ہو جاتی یعنی دنیا میں وابستگی اور حسد کی آگ بجھ جاتی ہے۔

تب انسان سُکھی ہو سکتا ہے۔ جب ابھمان (غرور) پاپ اور توہّمات سے پیدا شدہ بیماری دُور ہو جاتی ہے۔ تب ہی انسان سُکھ کے سُند کو دیکھتا ہے۔ اس غور و فکر میں کُمار ڈوب گئے اور اس چھوٹے آنند اور شور و غل میں جس لڑکی کے سنگیت نے اُن کو زندگی کی اصل بات یاد دلا دی۔ اُس کے شکر گزار ہو کر اپنا پہنا ہوا بہت قیمتی ہار اُس کو تحفہ کے طور پر بھیج دیا۔ شاکیہ کنواری نے وہ ہار پا کر ہوا میں خوشی کے محل تیار کرنے شروع کر دیئے اُس لڑکی نے خیال کیا کہ سدھارتھ نے اُس کی خوبصورتی پر موہت ہو کر محبت کا نشان بھیجا ہے۔ لیکن کُمار نے نظر اُٹھا کر بھی اُس کی طرف نہ دیکھا۔ اور وہاں سے گزر گئے۔

راج کُمار خوشی کی ترنگ سے گزرتے ہوئے راج محل میں پہنچے۔ سُریلی آواز کے ساتھ گانے والی عورتوں کے گیت کی آواز۔ بینا کی سہاونی سُر اور پرندوں کی چہچہاہٹ نے اُن کے بیقرار دل کو شانت کرنے کے لئے بہت کوشش کی۔ مگر کُمار کا دل کسی طرح بھی اپنے سنکلپ کو نہ بھولا۔ جب انہوں نے زندگی کا جہاں برت ڈھونڈ لیا۔ تو اب اُن کے برت کو کون توڑ سکتا ہے؟ جس کو سُورگی طاقت نے کھینچ لیا۔ اُس کو کون باندھ کر رکھ سکتا ہے؟ انہوں نے دنیا کو چھوڑنے کے لئے مضبوط عہد کر لیا۔ لیکن یہ سوچ کر کہ اگر باپ کے بغیر اطلاع گھر چھوڑ دوں تو اُن کے نرم دل کو سخت چوٹ لگے گی۔ غمگین صورت بنائے پِتا کے پاس پہنچے اور روتے ہوئے اپنے دل کی بات کہی۔ لڑکے پر موہت شُدھودن یہ دل تڑپانے والی بات سُن کر حواس باختہ ہو گئے۔ بہت دیر کے بعد ہوش میں آکر ڈبڈبائی آنکھوں۔

تھتھلاتی ہوئی زبان۔ تھرائی ہوئی آواز سے بولے "بیٹا! تم کو دنیا چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ تم کو کس چیز کا دکھ ہے؟ کون سی چیز ہے جو تم کو اس دنیا میں حاصل نہیں؟ جس کی ایسی گن دتی۔ روپ دتی۔ زندگی کو خوش رکھنے والی بھارجیا (استری) اور ایسا خوبصورت، ہونہار۔ کشادہ پیشانی لڑکا ہو اس کو کس چیز کا دکھ ہوسکتا ہے؟ تمہارے اس حسین چہرے پر بھلا بھبھوت کیا زیب دیگا اور اس جوانی میں جوگی کا بھیس کیا اچھا معلوم ہوگا؟ جو جسم پھول چھو جانے سے بھی میلا ہو جاتا ہے وہ بھکھاریوں کی پوشاک کو کس طرح برداشت کریگا؟ جان سے زیادہ پیارے! تم کو پا کر میں نے اسی دنیا میں سورگ کو حاصل کیا ہے۔ تم کو پا کر میں اپنی جان کے برابر پیاری کی موت کی تکلیف کو بھول گیا ہوں۔ تم میرے دکھ کے وقت کی دولت اور انمول رتن ہو۔ تم میرے بڑھاپے کے سہارے اور اندھے کی لاٹھی ہو۔ ہائے! مجھ کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔ تم کو چھوڑ کر مجھے دھن اور جن کی اس زندگی میں ضرورت نہیں۔ اے میری زندگی اور میرے سب کچھ! کہیں ایسا نہ کرنا کہ مجھے چھوڑ جاؤ!"

یہ کہتے کہتے راجہ کی آواز بند ہوگئی۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار لگاتار بہنے لگی۔ باپ کی تکلیف کو دیکھ کر سدھارتھ بھی زار زار رونے لگے۔ غم کا پہلا زور کسی قدر کم ہونے پر دونوں بہت دیر تک چپ چاپ بیٹھے رہے۔ آخرکار راجہ بولے کہ "آخر تم دنیا کیوں چھوڑنا چاہتے ہو؟ تم جو کچھ چاہو میں وہی کردوں اگر تم چلے گئے تو میں کس کو لے کر رہونگا؟ اس راج کا مالک کون بنیگا؟ تم شاکیہ خاندان کے سورج ہو۔ تمہارے بنا یہ گھر اندھیرا

ہو جائیگا۔ مجھ پر۔ اس راج پر۔ اور اس شاہی خاندان پر رحم کر۔ تا اب تمہارے ہاتھ ہے"۔ کمار نے کہا کہ "مجھ کو چار بردان دیجئے۔ اگر آپ یہ کر سکیں تو میں کہیں نہیں جاتا۔ گھر میں ہی رہونگا۔ ورنہ اس دنیا وارانہ زندگی میں رہنا میرے لئے ناممکن ہے۔ میں صرف چار باتوں کے لئے بیقرار ہوں۔ اوّل یہ کہ بڑھاپا مجھ پر حملہ نہ کرے۔ دوم۔ میں ہمیشہ تندرست رہوں۔ سوم۔ میری عمر لاانتہا زمانے تک ہو۔ چہارم۔ بڑھاپے بیماری اور موت سے رہائی پانے کی ترکیب مجھے معلوم ہو جائے۔ اگر آپ مجھے یہ چار بر دے سکیں۔ تو لیجئے میں گھر نہیں چھوڑتا"۔

راجہ نے بیٹے سے یہ سن کر اور بہت غمگین ہو کر جواب دیا۔ کہ "مجھ میں یہ طاقت کہاں ہے؟ کہ بڑھاپے۔ بیماری اور موت سے بچا سکوں۔ تپو کے سادھن کرنے والے تپسی اور رشی لوگ اس کے ہاتھ سے رہا نہیں ہو سکے"۔ کمار نے کہا "اگر آپ میری یہ پرارتھنا پوری نہیں کر سکتے۔ تو مجھ کو صرف ایک ہی بر دیجئے" وہ یہ ہے کہ بیٹے کا سنیہ اپنے دل سے دور کیجئے۔ جیسے پتّا کے دکھ کو دور کرنے کے لئے یہ زندگی ارپن کرنے کی اجازت دیجئے"۔

لڑکے کی پرارتھنا کو سن کر شدّھودن جی دھاڑیں مار مار کر رونے اور بلاپ کرنے لگے۔ لڑکے کے گلے میں ہاتھ ڈال کر اس کو گھر چھوڑنے سے منع کرنے کے لئے بہت روئے۔ راجہ کے رونے کو سن کر پتھر دل بھی نرم ہو جاتے۔ مگر سدھارتھ کے دل میں ذرا بھی چوٹ نہ لگی۔ راجہ کے بلاپ کے بچنوں سے سدھارتھ کی آنکھوں نے آنسوؤں کی دھار بہائی لیکن ان

کا اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی راہ پر قایم دل نہ ہلا۔ جب تمام کوشش بیفائدہ ثابت ہوئی۔ تو آخر کار دھارتک پتا نے لڑکے کی دھرم حاصل کرنے کے لئے ایسی مضبوط بیقراری کو دیکھ کر اکلوتے بیٹے کو جنگل میں جانے سے روکنا مناسب نہ سمجھا۔ اور روتے ہوئے غمزدہ دل کے ساتھ فقیر ہونے کی اجازت دے دی۔ سِدھارتھ نے بھگتی کے ساتھ باپ کو پرنام کر کے رخصت حاصل کی۔ اور محل میں جا کر سونے کے کمرے میں سو رہے۔

اس طرف شُدھودن لڑکے کو سنیاسی ہونے کی اجازت دے کر بلاپ کرتے ہوئے کبھی کبھی بیہوش ہو جاتے تھے اور پھر ہوش آنے پر بلاپ کرنے لگتے تھے۔ تھوڑی دیر میں ہی خوشی کا سارا شور و غل بند ہو گیا۔ اور شہر نے دُکھ کی صورت اختیار کی۔ شاکیہ لوگوں نے یہ تکلیف دہ بات سُن کر کہا۔ جہاراج! آپ بیفکر رہئے۔ ہم لوگ کمار کو نہیں جانے دینگے۔ وہ اکیلے ہیں۔ ہم لاکھوں ان کی کیا طاقت ہے کہ گھر سے بھاگ جائیں؟ جب شاکیہ خاندان کے پانسو بہادر ہتھیار پہن کر کمار کی خبرداری کے لئے تیار ہو گئے۔ تو شُدھودن کے دل میں بھی کسی قدر تسلی ہو گئی۔ اور شاکیہ خاندان کے بہادر کوئی ہاتھی پر اور کوئی گھوڑے پر چڑھ کر شہر کے چاروں دروازوں میں خبرداری کرنے لگے۔

کچھ دیر بعد یہ خبر اندر بھی پہنچ گئی کہ کمار گھر کو چھوڑ کر چلے جائینگے بہت ہی عقلمند گوتمی نے نوکرانیوں کو بلایا۔ اور اندھیری جگہ کو دن کی طرح روشن کرا دیا۔ تمام نوکر نوکرانیوں نے یہ عہد کر لیا کہ ساری رات جاگ کر کمار کی خبرداری کرینگے۔ گانے والیوں نے خوبصورت پوشاکیں اور زیورات پہن کر سدھارتھ کے سونے کے کمرے میں جا کر بہت ناز و انداز کے ساتھ گانا اور ناچنا شروع کیا۔ اور

اُن کے غمگین دل کو موہت کرنے کی کوشش کرنے لگیں۔ لیکن کسی طرح بھی ان کا اٹل اور اچل من چنچل نہ ہوا۔ اور راج کمار سو گئے ۔

ناچنے اور گانے والی عورتیں یہ خیال کر کے کہ "جن کے لئے ہم سب اتنی تکلیف کر رہی ہیں وہ تو گہری نیند سو رہے ہیں۔ ہمیں خواہ مخواہ اپنے آپ کو تھکانے اور گلا پھاڑنے کی کیا ضرورت ہے"۔ وہیں پڑ کر سو رہیں۔ دیپ مالا بھی آہستہ آہستہ بجھتی گئی۔ جب دو پہر رات گذر چکی تھی۔ چرند، پرند اور انسان نیند کی پیاری گود میں آرام کر رہے تھے اور رات کے گہرے سناٹے کے اندر سے صرف رات کو جاگنے والے جانوروں کی خوفناک آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ اس وقت سدھارتھ چپ چاپ بستر سے اُٹھے۔ چاروں طرف نگاہ ڈال کر دیکھا۔ کہ سوئی ہوئی ناچنے والی عورتوں میں سے کسی کے چہرے کے بال بکھر جانے کے سبب سے خوفناک صورت بن گئی ہے۔ کوئی اِدھر اُدھر کپڑا ہٹ جانے کے سبب بے پردہ پڑی ہے کسی کے مُنہ سے نہایت ڈراؤنی آوازیں نکل رہی ہیں۔ اور کسی کی پھری ہوئی اُلٹی آنکھیں خوفناک صورت دکھا رہی ہیں۔ کوئی غیر طبعی طور پر ہنس رہی ہے۔ کوئی روتی ہے۔ کوئی اپنے دانتوں کو پیس رہی ہے کسی کے مُنہ سے رال بہہ رہی ہے۔ اور کسی کے خراٹوں کی آواز سے گھر گونج رہا ہے۔ گھر میں یہ گورستان دیکھ کر سدھارتھ کے دل میں انسان کے جسم کی طرف سے کراہت پیدا ہوگئی۔ جو عورتیں تھوڑی دیر پہلے نہایت خوبصورت شکل بن کر دل لینے کی کوشش کرتی تھیں۔ انہیں کی ایسی بد صورت دیکھ کر سدھارتھ کے دل میں دنیوی خوشیوں کی طرف سے سخت نفرت پیدا ہوئی۔ اور انہوں نے

لمبا سانس بھر کر یہ کہا کہ "ان راکششیوں کے ساتھ رہ کر انسان کس طرح سکھ بھوگ کرتا ہے؟ مجھ کو ان کی ضرورت نہیں ہے؟ میں یہاں سے ہمیشہ کے لئے وداع ہوتا ہوں۔ دُرمتی والے لوگ پنجرے میں بند پرندے کی طرح خواہشات کے غلام ہو جانے کے باعث گہری تاریکی سے رہا نہیں ہو سکتے"۔

یہ شمشان بھومی جیسا نظارہ دیکھ کر سدھارتھ کی گیان کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور وہ اپنے مقصد کو اور بھی زیادہ یاد کرنے میں مشغول ہوئے۔ اس وقت انہوں نے سنکلپ کیا۔ کہ تمام انسانوں کو ترشنا (خواہش) کے مشکل سے ٹوٹنے والے بندھن سے رہا کرینگے۔ اگیان کے اندھیرے میں پھنسے ہوئے دنیاداروں کی اودیا کے اندھکار کو دُور کر کے دھرم کی روشنی کے ذریعے اُن کی گیان کی آنکھوں کو کھولیں گے۔ اور متکبر لوگوں کے جھوٹے گھمنڈ کو دور کرینگے۔ اور سنسار کی خواہشوں کو دُور کرنے اور انسان کے آتما کو پوری سیری دینے والا نیا دھرم ظاہر کرینگے۔

زندگی کے اعلےٰ مقصد پر غور کرتے کرتے ان کے اندر دھرم کا بھاؤ جوش میں آگیا۔ اپنے آپ کو بھول جانے کے لئے زبردست ارادہ۔ پاپ کی طرف نہایت نفرت۔ دھرم کے لئے نہ بجھنے والی پیاس۔ اور جانداروں کی طرف گہری ہمدردی کی خواہش روشن ہو گئی۔

سوئی ہوئی عورتوں کی طرف انہوں نے پھر ایک دفعہ آنکھ اُٹھا کر دیکھا اور دل ہی دل میں ان کے لئے بہت ہی رحم کا بھاؤ پیدا ہوا اور وہ سوچنے لگے کہ "یہ سب قربانی کے لئے باندھے ہوئے پشوؤں کی طرح خواہشات کے جال میں بندھی ہوئی ہیں۔ دلدل میں پھنسے ہوئے کمزور ہاتھی کی طرح موہ

میں مست ہیں۔ چراغ کے شعلے پر گرے ہوئے پروانوں کی طرح باشاؤں کی آگ میں جل کر خاک ہو رہی ہیں۔ جال میں پھنسی ہوئی مچھلی کی طرح پر لوبھ بول کے اندر تڑپتی رہیں۔ بہت بڑے سمندر کے اندر ٹوٹی ہوئی کشتی کی طرح ان کی زندگی قریباً غرقاب ہو گئی ہے۔ ان کی جوانی جیون اور جوبن کرشن پکھش دبدرسے بلال تک کا عرصہ) چاند کی طرح سوکھ جا رہا ہے۔ میلے کے کیڑوں کی طرح اسار خوشیوں کے اندر یہ خوش ہو رہی ہیں۔ ہائے! ان کو کس قدر تکلیف ہے!۔ ان کی زندگی کا آخری نتیجہ کیسا خوفناک ہے!۔ لوگوں کی ایسی بری حالت کو کون دور کریگا۔ کس طرح پر یہ دکھدائی نظارہ دور ہوگا؟ یہ جسم کیسا اسار۔ اور طرح طرح کی غلاظت سے بھرا ہوا ہے۔ کئی قسم کے کیڑے اس جسم کے اندر رہتے ہیں۔ افسوس! کہ انسان اس ناپائدار جسم کی خاطر ہر ایک پاپ میں مشغول ہوتا ہے''۔

یہی سوچتے سوچتے دوسروں کے دکھ سے دکھی سِدھارتھ رونے لگے۔ قدیم زمانہ کے جو مہاتما لوگ جیووں کے پاپ کو دور کرنے کے لئے اپنے آپ کو بلی دان کرتے رہے ہیں۔ اُن کی اعلیٰ زندگی کی روشن مثال کو یاد کر کے انہوں نے سنسار کو چھوڑنے کے لئے عہد کیا ۔۔

مکان کے دروازے پر پہنچ کر دیکھا کہ چاندنی رات کھلی ہوئی اور چاروں طرف سناٹے کا عالم ہے۔ تمام لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ سِدھارتھ تھوڑی دیر تک آسمان کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھتے رہے۔ اور اس بات کو خصوصیت کے ساتھ اپدیش کر کے کہ "میری زندگی تمام لوگوں کی بھلائی اور خدمت کے لئے ہے" ایک عجیب قسم کی روحانی خوشی کے سمندر میں ڈوب گئے ۔۔

انہوں نے باہر نگاہ ڈال کر دیکھا۔ کہ دروازے کے نزدیک کوئی چوکیدار کھڑا ہوا ہے۔ آواز دینے پر سارتھی چھندک جو پہرہ دے رہا تھا۔ اُن کے پاس آ گیا۔ اُس سے انہوں نے کہا "میں ابھی رات کو ہی گھر چھوڑ دونگا۔ تم گھوڑا تیار کرو۔ بچپن سے جس چیز کے پانے کے لئے میرا دل رو رہا تھا آج وہ حاصل ہوئی ہے۔ آج میری مراد پوری ہوگی۔ چھندک! دیکھنا! دیر نہ کرنا۔ جلدی گھوڑا تیار کر کے لے آؤ"۔

راج کمار سے ایسی دل سوز بات سن کر چھندک ہکا بکا رہ گیا۔ اور زبان بند ہو گئی۔ اُس نے بہت شوک اور تکلیف سے بھرے ہوئے کہا۔ کہ راج کمار! ایسی بیرحمی کی بات نہ کہئے۔ یہ برگِ گل سے بھی زیادہ نرم جسم۔ یہ چاند جیسا مکھڑا۔ یہ پھولوں کو رشک دلانے والی آنکھیں تپسیا کے لایق نہیں ہیں۔ آپ ایسی بری آرزو کو ترک کیجئے۔ اور ہماری جان کو بچائیے"۔

سدھارتھ نے جواب دیا "چھندک! کس کا جی چاہتا ہے کہ ایسی پران سے پیاری استری۔ اپنی جان جیسے پتر اور شردھا اور بھگتی کے لایق محبت بھرے باپ کو چھوڑ کر چلا جاوے۔ لیکن کیا کروں؟ سنسار میں میرا دل اور زیادہ نہیں رہنا چاہتا۔ بظاہر طرح طرح کی دنیوی خوشیوں میں مشغول ہو کر بھی میں در اصل اُن میں پھنسا ہوا نہیں تھا۔ سکھ اور عیش و عشرت کے اندر رہ کر بھی میرا دل ترپتی نہیں پاتا رہا ہے۔ جو سنسار میرے دل کو سیر نہیں کر سکا۔ اور زیادہ اُس میں رہ کر اپنی زندگی کیوں ضائع کروں؟ میں نے عہد کیا ہے کہ اس زندگی کو تپسیا میں لگاؤنگا۔ اس کوشش میں اگر میرا جسم برباد ہو جائے۔ تب بھی میں سمجھونگا کہ میں نے ایک مبارک کام کیا ہے۔ میں

ادھرم کو برداشت نہیں کر سکتا۔ جیووں کا دُکھ مجھ سے نہیں سہا جاتا۔ چھندک!
گھر کو چھوڑتے وقت تم میرے مددگار رہو۔ اور تپسیا میں روک مت ہو"۔
چھندک نے کہا کہ دیوتاؤں کا سرتاج اندر یا منشوں کا راجہ ہونے
کے لئے ہی تو لوگ سخت تپسیا کرتے ہیں۔ آپ کو یہ دونوں چیزیں حاصل ہیں
آبادان۔ پُر دولت۔ خوبصورت شہر۔ سیکڑوں قسم کے پھلوں اور پھولوں سے
لدے ہوئے درختوں کے باغ آپ کے پاس ہیں۔ آپ کے جنگلوں میں سرطرف
ہرنارے چھپارہے ہیں۔ اور تالابوں میں کمود (ایک قسم کا خوبصورت
پھول جو رات کو کھلتا ہے) لہلہاتے ہیں۔ کوہ کیلاس جیسے اونچے جواہرات
سے سجے ہوئے۔ اور مختلف قسم کے باجوں والے محل آپ کو میسر ہیں۔ پھر
آپ کو تپسیا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہے راج پتر! آپ کی یہ حسین
نوجوانی۔ نازک جسم اور کالے خوبصورت بال شاہی تخت کے لائق ہیں۔ آپ
ابھی صبر کیجئے۔ بوڑھے ہو کر تپسیا کر لیجئے گا"۔
کمار نے کہا "خواہشات کا سُکھ ناپائدار۔ متبدل۔ اور دھرم کو ناش کرنے
والا ہے۔ یہ سُکھ بجلی کی طرح چنچل اور بلبلے کی طرح ذرا سی دیر ٹھہرنے والا ہے۔
مگر نتیجہ اس کا بہت ہی دکھدائی اور دیرپا ہے۔ یہ سُکھ سراب کی طرح ہے۔
جو شخص اس کو دیکھ کر موہت ہوتا ہے۔ وہ ساری عمر دُکھ بھوگتا ہے۔ دانا لوگ
اس کو تیاگ کرتے ہیں۔ نادان لوگ اسے حاصل کرنے کے لئے اس کے پیچھے
دوڑتے ہیں۔ چھنڈک! خواہشات کو پورا کرنے کے لئے بہت سے سامانوں کو
پاکر بھی کیا کبھی کسی نے سیری حاصل کی ہے؟ ان کو جتنا بھوگ کیا جائے
اُتنا ہی اور بھی زیادہ بھوگنے کی خواہش بڑھتی جاتی ہے۔ کونسا بُرا کام

ہے۔ جو انسان خواہشات کے نشے میں بے ہوش ہو کر نہیں گر گزرتا ہے نہیں
نے جانا ہے کہ ترشنا کے بہت دوش (نقص) ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ
اور زیادہ دن تک اِن میں پھنسا رہوں۔ پہلے میں آپ اس دُنیا کے
سمندر سے پار ہونگا۔ اور پھر جگت کو پار ہونے کے لئے راستہ دکھاؤنگا۔
آپ مُکت ہو کر سب کی مُکتی کا راستہ نکالوں گا"۔

سِدھارتھ کی بات کو سُن کر چھندک نے بہت دُکھی ہو کر پوچھا کہ "دیو! پھر کیا آپ سنسار کو چھوڑ دینے کے لئے یقیناً فیصلہ کر چکے ہیں"؟
سِدھارتھ نے جواب دیا۔ کہ "نہ جنبش کھانے والے پہاڑ کی طرح میرا عہد مضبوط ہے۔ مُکتی کا راستہ معلوم کرنے کے لئے میں نے اپنی زندگی۔ جوانی اور سب کچھ ارپن کیا ہے۔ اگر میرے سر پر آسمان سے بجلی گر پڑے۔ کوہ ہمالہ میرے راستے میں آ کر روک بن جاوے۔ یا سمندر اُچھل کر میرے چاروں طرف طوفان برپا کر دے۔ تو بھی میرا سنکلپ (ارادہ۔ عہد) نہیں جنبش کھائیگا۔ اِس لئے اب مجھ کو روکنے کی کوشش کرنا بیفایدہ ہے۔ چھندک! میں تمہاری بنتی کرتا ہوں۔ کہ اس اعلےٰ ترین کام میں تم میرے مددگار بنو"۔

سِدھارتھ کی باتیں سُن کر چھندک کے سامنے کتاب زندگی کا ایک نیا باب کھُل گیا۔ جس سے اُس کی نگاہ اُس نئے راج کی طرف پڑی جس کی وسعت۔ عظمت اور خوبصورتی کو دیکھ کر وہ حیران اور چُپ ہو گیا۔ اور اُس نے یہ سوچ کر کہ چونکہ اُسی عجیب و غریب اندرونی سلطنت کی نئی خوشخبری کو جگت میں سنانے اور قایم کرنے کے لئے سِدھارتھ اس ناپایدار چند روزہ دنیوی سکھوں کو چھوڑتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر زندگی کا اچھا استعمال اور کیا

ہو سکتا ہے۔ کہا کہ "اگر مالک کی فرمانبرداری کے لئے یہ زندگی قربان کرنی پڑے تو بھی اس داس کو منظور ہے"۔ اور تیز رفتار گھوڑا تیار کرنے کے لئے طویلے میں چلا گیا۔

چھندک کے باہر جانے کے بعد سدھارتھ سوچنے لگے۔ کہ "میں ہمیشہ کے لئے یہ دنیا چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ لاؤ جاتے وقت ایک دفعہ نوزائیدہ بیٹے اور اپنی پران پیاری گوپا کا منہ تو دیکھ جاؤں"۔ دل ہی دل میں یہ سوچ کر آہستہ آہستہ قدم رکھتے ہوئے وہ زچہ خانہ کے سامنے گئے۔ اور دیکھا کہ چراغ دھیمی دھیمی روشنی سے جل رہے ہیں۔ سات دن کے ششو (ننھا بچہ) نے گھر کو روشن کیا ہوا ہے۔ گوپا کے کیس بکھرے ہوئے ہیں۔ ایک بازو بچہ کے سر کے نیچے رکھا ہوا اور دوسرے بازو سے اُس کو اپنی چھاتی سے لگایا ہوا اور گاڑھی نیند میں بالکل بیہوش سوئی ہوئی ہے۔ سدھارتھ کے دل میں اُس وقت یہ بھاؤ پیدا ہوا کہ بچے کو ایک دفعہ اپنی چھاتی سے لگائیں۔ لیکن اس ڈر سے کہ مبادا گوپا کی آنکھ کھل جائے اور میں نے جس مقصد کے لئے گھر چھوڑنے کے لئے ارادہ کیا ہے اُس میں کامیابی نہ ہو وہ اپنی اس آخری آشا اور طبعی خواہش کو پورا نہ کرسکے چند لمحوں تک سدھارتھ مورت کی طرح وہیں کھڑے رہے۔ اور اس تھوڑی سی دیر میں کتنے ہی باہمی متضاد بھاؤ اُن کے دل میں پیدا ہوئے اور گزر گئے۔ آخرکار اُنہوں نے زبردست قوت ارادہ کے ذریعے دل کے اندر سے محبت کی جڑ کو اکھاڑ دیا۔ اور دیوانہ وار جلد جلد قدم اُٹھاتے ہوئے پل بھر میں محل کی حد سے باہر آ کر اُچاٹ دل اور بیقرار آنکھوں سے چھندک کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

اس طرف چھندک بجلی کی مانند تیز رفتار کنتھک نامی قدآور اور خوبصورت

گھوڑا لے کر آموجود ہوا۔ سدھارتھ فوراً گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ اور اس ڈر سے کہ شہر کے دروازے پر بہت سے پہرے والے جاگ رہے ہیں اُنہوں نے فصیل شہر کی طرف گھوڑا چلایا۔ چھندک بھی چپ چاپ ان کے پیچھے ہو لیا۔ طاقتور گھوڑا ایک ہی چھلانگ میں اونچی فصیل کو کود کر شہر سے باہر ہو گیا۔

جس شہر میں اُن کے محبت بھرے پتا۔ سوامی کو جان کی طرح پیار کرنے والی استری۔ نوزائیدہ فرزند اور اُن کی جیون لیلا کی جگہ وغیرہ سب کے سب پیچھے رہ گئے اس شہر کی طرف آخری نگاہ ڈالنے کے لئے سدھارتھ گھوڑے کی باگ کو روک کر ایک دفعہ کھڑے ہو گئے۔ اُن کے دل کی اس کمزوری کو سہارا بنا کر مار (ادنےٰ فطرت۔ برائی) نے اُن کو اس دلی مقصد سے ہٹانے کا موقع پایا۔ جب سلطنت کے سکھوں کا خیال اُن کے دل میں پھر جاگ پڑا تو سدھارتھ نے کہا کہ "جب تک میں اجر (بوڑھا نہ ہونیوالا) امر (غیر فانی یا امرت زندگی بخش) اور اعلےٰ بودھی پد نہ پاؤنگا تب تک کپل وستو میں پھر کر نہیں آؤنگا۔ اور کھانا۔ پینا۔ سونا۔ پہننا اور سیر کرنا حرام سمجھونگا۔ جب تک ہمیشہ قایم رہنے والی ذات کو حاصل نہ کروں تب تک کپل وستو میں داخل ہونا مجھ پر حرام"

سدھارتھ کی اس وقت کی کشمکش کو وہی لوگ کم و بیش سمجھ سکتے ہیں جو خود اس قسم کی حالت کے اندر سے گزرے ہوں۔ جنہوں نے کسی خاص اعلےٰ کام کو اپنا مقصد بنا کر اپنی ساری زندگی اسی مقصد کے لئے قربان کی ہو۔ وہ جانتے ہونگے۔ کہ اس قسم کا برت لینے کے وقت خود اپنا ہی دل مختلف متضاد خیالات پیدا کرتا ہے۔ جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہو کر انسان کو مقصد کے راستے سے واپس لے جانا چاہتا ہے۔ ایسے موقع پر جس طرح [illegible]

دل انسان کو اپنے برت کی عظمت سامنے لاکر بہادری کے ساتھ مخالف بھاؤ کو دور کر دینا چاہئے۔ اُسی طرح سدھارتھ نے بھی غیر معمولی طاقت کے ساتھ اُن تمام ترغیبات کو فتح کر لیا۔ چونکہ وہ دھرم کے لئے پیاسے اور دوسروں کے دکھ سے دکھی تھے۔ اس لئے اِن ترغیبات سے بہت جلدی نکل گئے۔ لیکن افسوس! کہ اس دنیا میں کتنے ہی کمزور دل انسان ایسے بھی ہیں کہ جب وہ دھرم کے لئے ایک قدم بھی آگے بڑھاتے ہیں۔ تو پرلوبھن کے آتے ہی اُس میں پھنس کر رہ جاتے ہیں۔

سدھارتھ کے اشارہ کرتے ہی کنتھک بہت تیز رفتار کے ساتھ جنوب مشرق کو روانہ ہوا۔ اور راستے میں سینکڑوں قسم کی رکاوٹوں کے اندر سے گزرتے ہوئے شاکیہ راج سے پار ہو کر کرو ڈیہ راج میں اور کرو ڈیہ راج سے مل راج میں داخل ہوا۔ کتنے ہی گاؤں اور کتنے ہی شہروں سے گزرتا ہوا آخرش صبح صادق کے وقت انوما ندی کے کنارے جا پہنچا۔ دریا کو عبور کر کے سدھارتھ گھوڑے سے اُتر پڑے۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ چھندک بھی ان کے ساتھ ساتھ ہی آ رہا ہے۔ تو اُس کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ "چھندک! میرے پہنے ہوئے زیورات اور گھوڑا لے کر تم گھر واپس چلے جاؤ۔ میں سنیاسی کا بھیس بنا کر جہاں میری مرضی ہوگی وہاں چلا جاؤنگا"۔ چھندک نے جواب دیا کہ "اے پربھو! میں بھی سنیاسی ہو کر آپ کی پیروی کرونگا"۔ چھندک نے اگرچہ بہت ہی عاجزی سے منت وسماجت کی۔ لیکن سدھارتھ نے اس کی درخواست کو قبول نہ کیا۔ اور اپنے پہنے ہوئے زیورات ایک ایک اُتار کر چھندک کے ہاتھ میں دینے شروع کئے۔

چھندک چُپ چاپ کھڑے ہوئے آنسو بھری آنکھوں سے یہ دل سوز نظارہ دیکھنے لگا! سدھارتھ نے یہ خیال کر کے کہ خوبصورت۔ سیاہ اور لمبے کیس (بال) سنیاسیوں کو زیب نہیں دیتے۔ تلوار سے اُن کو کاٹ دیا۔ اور پھر جواہرات سے سجے ہوئے ریشمی کپڑوں کی طرف نگاہ کر کے کہا کہ "ایسا قیمتی لباس بھکاریوں کے لائق نہیں ہے اِس کو بھی چھوڑ دینا چاہیئے" اور چاروں طرف نگاہ کر کے دیکھا کہ ایک شکاری نہایت پھٹے پرانے اور خاکی رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ندی کے کنارے پر شکار کی تلاش میں پھر رہا ہے۔ تو اُسے بُلا کر اُس کے کپڑوں کے ساتھ اپنے کپڑے تبدیل کر لیئے۔ شکاری اُن قیمتی کپڑوں کو پا کر بہت خوش ہوا اور انہیں فروخت کرنے کے لئے شہر کی طرف چل دیا۔

جس کا جسم اور لباس جواہرات اور موتیوں سے سجا رہتا تھا جس کے بالوں کو سنوارنے کے لیئے طرح طرح کے خوشبودار تیل۔ عطر اور کتنے ہی نوکر چاکر ہمیشہ موجود رہتے تھے اور جو دن کے مختلف وقتوں میں مختلف قسم کی پوشاکیں بدلتے تھے۔ جو سواری کے بغیر کبھی ایک قدم بھی نہیں چلے تھے۔ اُس دراز قامت چوڑی چھاتی اور چمکیلے چہرے والے خوبصورت اور نازک بدن راج پتر نے تمام زیورات کو اُتارا۔ اپنے سیاہ گیسو اور بالوں کو کاٹ دیا۔ نرم نرم پاؤں کو ننگا کیا۔ اور شکاری کا پھٹا پُرانا کپڑا تین ٹکڑے کر کے پہن لیا۔ کمر میں رسّی کا کمر بند باندھا اور ہاتھ میں بھکشا پاتر (بھیکھ مانگنے کا برتن) لے کر سدھارتھ اِس نئے بھیس میں "نوین راج پتر سنیاسی" ہوئے۔

ہے پر میشور! کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم اِس سنسار میں کس شخص کا کیا بھیس بناؤ گے جس نے یہ سوچا تھا کہ میں ہمیشہ سلطنت کی خوشیوں کو بھوگ کروں گا۔

تم اُس کے ہاتھ میں بھیکھ مانگنے کی جھولی دے کر اس کو گھر سے باہر نکال دیتے ہو۔ جو یہ سوچ کر خوش ہو رہا تھا کہ اب تو زندگی کی کشتی صرف سُکھ کے سمندر میں تیرتی رہیگی۔ اُس کے جیون کی ناؤ کو دُکھ کے ساگر میں ڈبو دیتے ہو جس نے مصیبت کے تاریک کنوئیں کے اندر پڑے ہوئے یہ یقین کر لیا تھا کہ اب سُکھ کا چاند کبھی نہیں دکھائی دیگا۔ تم اُس کو خوشی کے مینار کی سب سے اونچی سیڑھی پر بیٹھا دیتے ہو۔ ہے پربھو! تمہاری مرضی کے گہرے بھیدوں کو کون سمجھ سکتا ہے؟

اپنے باپ کی بہت سی دولت۔ دلکش محل۔ سلطنت اور حکومت۔ خوبصورت نیک سیرت اور نوجوان استری اور سات دن کے لڑکے کو گھر میں چھوڑ کر تمام بیرونی بندھنوں کو کاٹ کر سیدھارتھ انتیس برس کی عمر میں سنیاسی ہو گئے!!!

چھندک راج کمار کو سنیاسی کے بھیس میں دیکھ کر کپڑے سے اپنا منہ ڈھانپ کر زار زار رونے لگا۔ راج کمار کی اس فقیرانہ اور حلیمانہ شکل کو دیکھ کر کنٹھک کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے۔ اُس نرجن ندی کے کنارے پر سنیاسی کا بھیس بنانے کے بعد سیدھارتھ نے کہا "چھندک! یہ زیورات میرے پتا جی کو دے دینا۔ سب سے کہ دینا کہ میرے لئے کوئی دُکھ نہ کرے۔ پتا جی سے کہنا کہ میں کچھ بھی ناشکر گزار نہیں ہوں کسی دُنیوی دُکھ سے دق ہو کر میں سنیاسی نہیں ہوا۔ دُکھ کو دُور کرنے کا ذریعہ نکالنے اور لوگوں کی بُری حالت کو دُور کرنے کے لئے سنیاسی ہوا ہوں۔ جب میری مراد پوری ہو جائیگی۔ تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤنگا۔ اور سب کے غم کے آنسو پونچھ دونگا۔ چھندک! تم جلدی واپس جاؤ۔ اور بہت گھبرائے ہوئے پتا جی کو میری نسبت خبر دیکر تسلی دو۔ اگر تم

نے یہاں زیادہ دیر لگائی تو ممکن ہے کہ بہت تکلیف کے سبب وہ سوامی دُنیا سے چل دیں۔ اور اگر وہی نہ رہے تو میرے ننھے بچّے کی حفاظت کون کریگا؟ چھندک زیادہ دیر نہ کرو۔ اور میرے لئے دُکھ نہ کرنا۔ تم جلدی واپس جاؤ"۔

چھندک گھوڑے کو لے کر اُداس دل کے ساتھ گھر کی طرف پھرا۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی رہی وہ بار بار پیچھے مُڑ کر دیکھتا رہا۔ جب سدھارتھ دکھائی دینے سے رہ گئے تب وہ دھاڑیں مار کر زار زار رونے لگا اور چاروں طرف سے اپنے آپ کو شوک کے سمندر میں بہاتا ہوا کپل وستو کی طرف واپس چلا۔ جس طرح کوئی باپ اپنے لڑکے کی لاش کو شمشان میں جلا کر روتے ہوئے واپس آتا ہے اُسی طرح چھندک بھی آہ وزاری کرتے ہوئے واپس آرہا تھا۔ بیچارے کنتھک نے بھی واپسی کے وقت اپنے مالک کے غم میں دل شکستہ ہو کر راستے میں ہی پران تیاگ کر دئے۔

کمار کے گھر سے چلے جانے کے بعد اندرونی محل میں رہنے والی عورتیں کمار کو موجود نہ پاکر گھبرا اور کمرہ کمرہ میں تلاش کرنے لگیں۔ محل کا ہر ایک کمرہ۔ چھت اور صحن ڈھونڈھا گیا۔ اور اُن کو کہیں نہ پاکر وہ سب نا امید ہو بہت زور زور سے رونے لگیں۔ سُن سان رات کے وقت اُن کی دردناک آوازیں گرد و نواح کے لوگ حیران ہو کر جاگ پڑے۔ شدھودن بھی اُس آواز سے گھبرا کر اُٹھ بیٹھے۔ اور محل میں آہ وزاری کا سبب معلوم کرنے کے لئے آدمی بھیجے جنہوں نے آکر کمار کے اپنے کمرے سے کہیں چلے جانے اور بہت کچھ تلاش کرنے پر بھی اُن کے کہیں نہ ملنے کی نسبت اطلاع دی۔ یہ سُنتے ہی شدھودن کے ہوش اُڑ گئے اور اس گھبراہٹ میں کسی کو شہر کے دروازے کی حفاظت۔

اور کسی کو شہر کے اندر کمار کو تلاش کرنے کے لئے بھیجا۔ جو لوگ ڈھونڈنے گئے تھے۔ وہ ابھی واپس بھی نہ آئے تھے کہ اور کئی آدمی روانہ کئے گئے۔ شہر میں کوئی جگہ تلاش کرنی باقی نہ رہی۔ لیکن کمار کہیں بھی نہ ملے۔ تب راجہ نے چاروں طرف سوار روانہ کئے۔ اور اُن کو حکم دیا۔ کہ جب تک کمار نہ ملے تب تک واپس نہ آویں۔ سوار چاروں طرف بجلی کی طرح دوڑے۔ اُنھوں نے پہاڑ اور جنگل چھان مارے لیکن کمار کا پتہ نہ لگنا تھا نہ لگا۔ وہ شہر بہ شہر اور گاؤں بہ گاؤں پھرے مگر کمار کی خبر نہ ملی۔ بہت تلاش کے بعد سواروں کی ایک جماعت نے دُور سے دیکھکر ایک شخص کمار کے کپڑے وغیرہ سر پر دھرے لئے جا رہا ہے۔ اور یہ خیال کرکے کہ شاید اس شخص نے کپڑوں کے لالچ سے کمار کو مار ڈالا ہے۔ اس کو قید کر لیا۔ اُنھوں نے تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ چھندک کمار کے زیور لئے روتے ہوئے آرہا ہے۔ اُس سے سارا حال سُن کر قیدی کو چھوڑ دیا۔ اور جب معلوم ہوا کہ کمار سنیاسی ہو گئے ہیں۔ اور وہ اب گھر میں نہیں آئیں گے۔ تو سب کے سب افسردہ خاطر ہو کر چھندک کے ساتھ شہر کی طرف واپس پھرے۔

صدمہ سے مخبوط شدہ راجہ اندرونی محل میں جہاں پر بیٹھا ہوا تھا چھندک زیور لئے ہوئے وہیں پہنچا۔ زیورات کو دیکھ کر شُدّھودن اور گوتمی دونوں نے دھاڑھیں مار کر رونا شروع کیا۔ اُن کی آواز کو سُنکر محل کی تمام عورتیں دوڑتی ہوئی آئیں۔ اور زمین پر گر کر رونے لگیں۔ گوتمی کے دل چھیدنے والے بلاپ سُن کر شُدّھودن بیہوش ہو گئے۔ بہت کوشش کے بعد اُن کو ہوش آیا۔ ہوش سنبھالتے پر تتلاتی ہوئی زبان سے وہ بلاپ کرنے لگے کہ ہائے! اے اندھے کی لاٹھی! بڑھاپے کے سہارے! مجھ کو چھوڑ کر تو کہاں چلا گیا؟

ہائے پتر! میرا اور کوئی نہیں ہے! اب مجھ سے تکلیف سہی نہیں جاتی!
میرا کلیجہ پھٹا جاتا ہے!! یہی کہتے کہتے ان کو پھر غش آگیا۔ اسی طرح پر راجہ
تھوڑی تھوڑی دیر بعد بیہوش ہونے لگا۔ ادھر گوتمی کے بلاپ کے بین سن کر
سخت سے سخت دل لوگوں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ عورتوں کے نازک
دل میں یہ دکھ کا زخم ناقابل برداشت ہو گیا۔ اور شاکیہ خاندان کے لوگ آنکھوں
سے آنسوؤں کی دھار برسانے لگے۔ رعیت کی آہ و زاری کی آواز چاروں دشا
سے گونج اٹھی اور راجپوری نے ماتمی صورت اختیار کی۔ آخرکار شدھودن نے
دھیرج دھر کر کہا کہ مہرشی کال دیو نے فرمایا تھا کہ تمہارا لڑکا بڑا ہو کر دنیا کے
دکھ کو دور کرنے کا اپائے کرے گا۔ میرے لڑکے نے جگت کے دکھ کو دور کرنے کے
لئے اپنی زندگی ارپن کی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور اچھا کام کیا ہو سکتا ہے؟
اس لئے ان کے واسطے کوئی دکھی نہ ہو۔ اور سب یہی آشیرباد کرو کہ ان کی
زندگی کا برت اچھی طرح پورا ہو۔ گوتمی بھی اپنے غم کے ولولے کو روک کر وہاں
سے اٹھی اور چپ چاپ تالاب کے کنارے پر جا کر کمار کے زیوروں کو اس
میں پھینک دیا۔ کمار کی بیرونی یادگار کا نشان گہرے پانی میں فوراً ڈوب گیا۔
لیکن ان کی یادوں کی کھوہ میں آگ کی طرح دن رات روشن رہنے لگی۔
گوپا کے حال کا ذکر کیا کریں؟ یہ خبر سنتے ہی کہ کمار چلے گئے ہیں۔ اس
شخص کی طرح کہ جس کے سر پر بجلی گر پڑے ان کے ہوش و حواس اڑ گئے۔
آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہنے لگی۔ لیکن زبان سے کوئی بلاپ کا بچن
نہ نکلا اور وہ بت کی طرح بے حس و حرکت پڑی رہیں اور جو شوک اتنی دیر تک
دبا ہوا تھا وہ چھندک کے آنے کی خبر سن کر پھوٹ نکلا بہت دیر بلاپ کر کے

گوپا نے اپنے لمبے کیش کاٹ ڈالے - اور ایک ایک کر کے تمام زیورات اُتار کر
پھینک دئے - شاہی لباس دور پھینک کر ایک معمولی کپڑا پہنا اور اُس دن
سے گوپا نے زمین پر سونا شروع کیا - اچھے اچھے بھوجن کھانے چھوڑ دئے
کبھی ایک وقت اور کبھی بالکل نہ کھا کر دن کاٹنے لگیں - آج سے گوپا نے جسمانی
بناؤ سنگار کے خیال کو چھوڑ کر اپنے جسم کو بھبوت مل کر چھپا دیا - گوپا اپنے
خاوند کے جیتے جی رانی بیوہ ہوگئیں اور برہم چریہ کے قواعد کی پابندی کر کے
دن کاٹنے لگیں جب کہ سوامی سب کچھ چھوڑ کر سنیاسی ہوگئے ہیں - وہ
سوامی سے پیار کرنے والی استری اور کیا کرتیں ؟ وہ بھی جوانی کی حالت
میں ہی سنیاسن ہوگئیں - گوپا کے سنیاسنی کے بھیس کو دیکھ کر تمام رشتہ داروں
کے دل میں بہت دُکھ ہوا وہ چپ چاپ پڑی رہتی کبھی گوپا منہ کھول کر رونے
لگی رہتی ، ڈنڈپانی نے آکر گوپا کو بہت کچھ تسلی دی - اور بہت کچھ منع بھی
کیا - لیکن گوپا نے سنیاسنی کا بھیس نہ چھوڑا - باپ نے اپنی لڑکی کے
غم زدہ دل کو بہلانے کے لئے اپنے گھر میں لے جانے کی بہت کوشش
کی - لیکن گوپا نے کسی طرح بھی اپنے سوامی کے گھر کو چھوڑنا منظور نہ
کیا - کیونکہ راج کمار کی برہم چریہ کی جسمانی سخت تکالیف کے دکھ کو وہ برداشت
نہ کر سکی - اور یہیں پر گوپا کے تمام سکھوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا ۔

چھٹا باب

سادھنا اور سِدّھی

سِدھارتھ نے دنیوی سامانوں سے علیحدہ ہو کر "انوما" ندی کے کنارے انوپریہ نامی آم کے جنگل میں سات دن گزارے۔ وہ یہ خیال کرکے اپنے دل میں بہت خوش تھے۔ کہ وہ سنسار کے بندھن کاٹنے کے لائق ہوئے ہیں۔ اور اب اپنا دل و دماغ اور جسم زندگی کے مقصد کو سادھن کرنے میں پورے طور سے لگا سکیں گے۔ سات دن کے بعد انوپریہ جنگل کو چھوڑ کر وہ جنوب مشرق کی طرف آگے بڑھنے لگے اور راستے میں شاکی۔ پدما اور برھمرشی ریوت کے آشرم میں مہمان رہے۔ ان سبھوں نے بہت محبت کے ساتھ اس نوین سنیاسی کو اپنے اپنے ہاں جگہ دی۔ آہستہ آہستہ سِدھارتھ بیشالی[1] شہر میں جا پہنچے۔ وہاں پر "آراڑ کالام" نامی ایک بہت بڑا پنڈت سنیاسی ۳۰۰ شاگردوں کے ساتھ باس کرتا تھا۔ آراڑ سدھارتھ کے لاثانی حسن کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اور بہت آدر کے ساتھ اُن کو اپنے آشرم میں جگہ دی۔ سِدھارتھ اُن سے درشن شاستر اور دھیان کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ تھوڑے دنوں میں ہی گرو کی تمام علمیت کو اُنہوں نے حاصل کر لیا۔ لیکن جس چیز کے لئے

---

[1] جنرل کننگھم کہتے ہیں۔ کہ بارانسی سے ۴۰ میل شمال مشرق کی طرف بیشار نامی جگہ پر پرانا بیشالی شہر آباد تھا۔ یہ مقام پٹنہ کے شمال کی طرف واقع ہے۔

اُنہوں نے دنیا کو چھوڑا تھا وہ نہ ملی۔ اِس لئے آراڑ کے آشرم کو چھوڑ کر راج گرہ[1] کی طرف روانہ ہوئے ۔

راج گرہ اس وقت سلطنت مگدھ کا دارالخلافہ تھا۔ اور یہاں کا راجہ بِمبی سار نامی بہت طاقتور اور بہادر گنا جاتا تھا۔ بندھیاچل کی پانچ پہاڑیوں نے اس شہر کو گھیر کر اُس کی قدرتی خوبصورتی کو اور بھی زیادہ کر دیا تھا۔ ان تمام پہاڑوں کی سنسان غاروں میں تپسّی لوگ چین سے پرمیشور کے دھیان دھارنا میں زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ چونکہ یہ غار آبادی سے بہت دور نہ تھے۔ اس لئے ان لوگوں کو خلوت کے فوائد کے علاوہ ہر ایک طرح کی سہولت او آرام کے وہ سامان بھی نصیب تھے۔ جو شہر والوں کو حاصل ہوتے ہیں ۔

سِدھارتھ نے شہر کے نزدیک ہی پانڈو[2] نامی پہاڑ کی ایک نرجن غار میں اپنے رہنے کے لئے جگہ مقرر کی۔ وہ صبح سویرے بھکشا پاتر ہاتھ میں لے کر راج گرہ کے دروازے دروازے بھکشا مانگنے لگے۔ شہر کے لوگ اس عجیب و غریب اور خوبصورت بھکشک کی فریفتہ کرنے والی صورت کو دیکھ کر تِرشنا کی آنکھوں سے اُسے دیکھتے تھے۔ عورتیں اُن کے درشن سے سیر نہ ہو کر بار بار اُن کی طرف دیکھتی تھیں اور گرہستی گھر کے کاروبار کو اَدھورا چھوڑ کر دریچوں اور دروازوں میں جا کھڑی ہوتی تھیں۔ راستہ چلنے والے

[1] راج گرہ پٹنہ سے ۴۶ میل جنوب مشرق کو واقع ہے۔ راج گرہ کا موجودہ نام راج گری پہاڑ ہے۔ یہاں پر راجہ بمبی سار کے بنائے ہوئے قلعہ کی فصیل کے کھنڈرات ابھی تک موجود ہیں۔

[2] جنرل کننگھم کہتے ہیں کہ آج کل جن پہاڑوں کو رتن گری کہتے ہیں پہلے وہی پانڈو شیلا نام سے مشہور تھے ۔

لوگ اُن کو دیکھ کر کپڑے کے ٹکڑے اور دکاندار خرید و فروخت چھوڑ کر اُن کو دیکھنے کے دیکھتے رہ جاتے تھے ۔

شہر کے محافظوں نے راجہ کے پاس جا کر خبر دی ۔ کہ ایک غیر معمولی شخص شہر میں آ کر بھکشا مانگ رہا ہے ۔ اُس کے حسن کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ”برہما خود مورتی قبول کر کے یا چاند راہو کے ڈر سے بھاگ کر اس شہر میں آگیا ہے“ راجہ بمبی سار کھڑکی سے اُس سندر مورتی کا درشن کر کے موہت ہو گیا ۔ اور اپنے نوکروں کو اُن کے پیچھے پیچھے جانے کیلئے حکم دیا۔[1]

سدھارتھ نے پانڈو شِل کے پاس جا کر بھیکھ کے ذریعہ سے حاصل کی ہوئی مختلف چیزیں کھانی شروع کیں ۔

جنہوں نے بچپن کے زمانہ سے شاہی کھانوں پر پرورش پائی تھی ۔ انہوں نے نہایت تکلیف کے ساتھ وہ سب کچھ حلق سے اُتارا ۔ کئی دفعہ آ کر وہ سب کچھ باہر نکل جانا چاہتا تھا ۔ مگر بہت تکلیف کے ساتھ وہ سب چیزیں جن کے کھانے کی انہیں عادت نہ تھی ۔ معدے میں رکھ سکے ۔

جن کے لئے سینکڑوں قسم کے لذیذ کھانے پکتے تھے ۔ وہ اب اس قسم کی چیزیں کھا کر کہ جن کو نہایت غریب لوگ بھی بمشکل کھا سکتے تھے چوں لاں کر کے اپنی بھوک مٹانے لگے ۔ اس طرح کی تکلیف برداشت کرنے کے بنا

[1] بمبی سار نے کہہ دیا ۔ کہ اگر یہ مورتی جاتے جاتے غائب ہو جاوے ۔ تب اس کو انسان نہ خیال کرنا ۔ اگر یہ آسمان میں اُڑ جاوے تو سمجھنا کہ یہ کوئی جن ہے ۔ اور اگر زمین میں چھپ جاوے تو اس کو سانپوں کا راجہ یقین کرنا ۔ اور اگر بھکشا کے ذریعے اکٹھی کی ہوئی خوراک کھا لیوے تو اس کو انسان خیال کرنا ۔ اس وقت کے لوگ اس قسم کی تمام بے بنیاد باتوں میں یقین کیا کرتے تھے ۔

کیا سِدّھارتھ کبھی بُدھ کا خطاب پا سکتے تھے۔ کبھی بھی کسی نے سُکھ کی بیسج پر سوکر دھرم رتن حاصل کئے ہیں ❊

راجہ کے نوکروں نے سِدّھارتھ کو پانڈو شیل کی غار میں کھانا کھاتے ہوئے دیکھ کر راجہ کو اُس کی اطلاع دی۔ راجہ بِمبِسار اور چند سپاہیوں کو ساتھ لے کر اُن کے پاس گئے۔ اور ایک پتھر پر بیٹھ کر پوچھا کہ "اے پرم شُدھ مہان پُرش آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں" ؟

سِدّھارتھ نے صرف یہ جواب دیا کہ "مہاراج! میں شاکیہ راجدھانی کپل وستو سے آیا ہوں"۔ مگر اِس کے بعد بات چیت کے ذریعے راجہ کو معلوم ہوگیا۔ کہ یہ راجہ شُدھودن کے بیٹے سِدّھارتھ ہیں ❊

اگرچہ اِس سے پہلے بِمبی سار کے ساتھ سِدّھارتھ کی ملاقات کبھی نہیں ہوئی تھی۔ لیکن چونکہ بچپن کے زمانہ سے دونوں راجکمار آپس میں اظہار دوستی کے لئے طرح طرح کی چیزیں تحفہ کے طور پر ایک دوسرے کو بھیجا کرتے تھے۔ اِس لئے بِمبی سار اپنے پرانے دوست کو جن کی ملاقات کا ان کو خیال بھی نہ تھا پا کر نہایت خوش ہوئے ❊

بِمبی سار نے یہ خیال کر کے شاید گھر میں کسی قسم کا جھگڑا ہونیکے سبب سِدّھارتھ سلطنت کو چھوڑ کر سنیاسی ہوئے ہیں۔ کہا کہ "پیارے بندھو! آپ کیوں سنیاسی ہوئے ہیں؟ آپ سلطنت کے کاروبار میں میری مدد کیجیے۔ میں آپ کے واسطے ہر ایک خواہش کی سیری کے سامان مہیا کرونگا۔ آپ اس ویران جنگل میں نہ رہیے۔ گھاس کا بچھونا اور زمین پر سونا چھوڑ دیجیے۔ آپ کا ایسا نازک جسم ہے۔ آپ میری سلطنت میں رہ کر طرح طرح کے آرام اور عیش کے

سامانوں کو بھوگ کیجئے"۔

سِدّھارتھ نے کہا: "ہے راجن! تمہاری جے ہو۔ میں کام (خواہش) کے پیچھے نہیں جاتا۔ کام (خواہش) زہر ہے اور بے شمار عیبوں کی جڑ ہے۔ یہ جیو کو نرک میں لے ڈالتا ہے اور یہ انسان کو تباہ کرتا ہے۔ کام (خواہش) بہت نفرت کے لائق ہے۔ دانا لوگ اس کی نندا کرتے ہیں۔ اسکو حیوانوں کے سڑے ہوئے گوشت کی طرح میں نے تیاگ دیا ہے۔ کام بادل اور تیز رفتار ہوا کی طرح جلدی گزر جانے والا ہے۔ یہ تمام بھلائیوں کو برباد کرتا ہے۔ کامیہ وستو کو نہ پانے سے دل جلتا ہے۔ اور ان کے مل جانے سے بھی سیری نہیں ہوتی۔ کام جب تصرف سے باہر ہوتا ہے تو بہت دکھ پیدا کرتا ہے۔ پس کام بہت خوفناک چیز ہے۔ کام مختلف قسم کا ہے۔ اور ایک شخص بھی اس دنیا میں ایسا نہیں کہ جس کو تمام کامیہ وستو (خواہشات کی سیری کے سامان) حاصل ہوں۔ اور اگر کسی کو نصیب ہوں بھی تو بھی ان کو حاصل کرکے کوئی سیر نہیں دیکھا جاتا۔ ہے راجن! جو لوگ شانت، دانت (اپنی خواہشات پر قابض)، آریہ، آشرو (فرمانبردار)، دھرم پورن، دانا اور گیانی ہوتے ہیں وہی ترپتی (سیری) لابھ کرتے ہیں۔ خواہشوں کو بھوگنے میں کبھی بھی سیری نہیں ہے۔ گیانی لوگ بھی اگر خواہشات کو بھوگنا شروع کر دیں۔ تو پھر وہ بھی اپنی خواہشات کو نہیں روک سکتے۔ جس طرح نمکین پانی پینے سے پیاس بجھتی نہیں بلکہ اور بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح خواہشات کی پیروی کرنے سے وہ بھی سیر نہیں ہوتیں۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ بڑھتی ہیں"۔

ہے دھرم پال! آپ غور کرکے دیکھئے کہ یہ جسم کیا [illegible]

اور دکھ کا گھر ہے ۔ اس کے نو راستوں سے ہمیشہ غلاظت نکلتی رہتی ہے ۔ جسمانی خوشیاں میرے لئے کشش کی چیز نہیں رہی ہیں ۔ میں بیشمار سامان عیش وعشرت اور ہزاروں حسین عورتوں کو چھوڑ کر حقیقی اور سب سے بڑھ کر کلیان کرنے والے اور اعلےٰ گیان حاصل کرنے کی خواہش لیکر گھر سے نکلا ہوں" ۔

راجہ بمبی سار کو جب معلوم ہو گیا کہ سدھارتھ دنیوی چیزوں کا بھوکا نہیں ہے تو وہ اس درخواست کے ساتھ کہ جب آپ پرم گیان کو لابھ کریں گے ۔ تو میرے گھر میں ضرور تشریف لائیگا ۔ اور مجھ کو بھی فیضیاب کیجیئگا ۔ نمسکار کرکے نوکروں سمیت شہر کو واپس آیا ۔ سدھارتھ نے راجہ کی درخواست کو منظور کیا اور کوہ بکوہ پھرنے لگے ۔

ایک پہاڑ کی غار میں رام پتر رُدرک نامی ایک رشی رہتے ۔ اور سات سو شاگردوں کو شاستر پڑھاتے تھے ۔ سدھارتھ نے ان کی شاگردی اختیار کی ۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں اپنے گرو کے برابر ہو گئے ۔ تب رُدرک نے کہا ۔ کہ ہم اور تم دونوں مل کر شاگردوں کو تعلیم دیں ۔ لیکن سدھارتھ نے اُن کی تجویز کو منظور نہ کیا ۔ اور کہا کہ میں پرم شانتی حاصل کرنے کے لئے سنیاسی ہوا ہوں ۔ آپ کے پاس رہ کر میرا مطلب پورا نہیں ہوتا ۔ اس لئے میرا ارادہ یہاں پر اور زیادہ ٹھہرنے کا نہیں ہے ۔

سدھارتھ نے آرآڑ اور رُدرک رشیوں سے ہندو شاستر پڑھے اور ہندو جوگ پرنالی کی تعلیم حاصل کی اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مفصلہ ذیل سات قسم کے دھیان سیکھے ۔ جن سے

(۱) دل کی غریبی اور فروتنی حاصل ہو ۔

(۲) تمام شکوک سے اوپر رہ کر آنند ہو۔

(۳) سکھ اور دکھ سے اوپر ہو سکیں۔

(۴) دنیوی معمولی فائدوں سے اوپر رہ کر ہر ایک قسم کے وشے سکھ تچھ (ہیچ) محسوس ہوں۔

(۵) جگ کے بیچ ہونے کا یقین ہو۔

(۶) آتما کا اننت بھاؤ معلوم ہو۔

(۷) ہر ایک قسم کے دنیوی سامان ناپائدار محسوس ہوں۔

لیکن جس قسم کے دھیان سے بھاؤ گیان اور ابھاؤ گیان شُدھ ہو اسکو وہ رِشی نہیں جانتے تھے اس لئے انکے ذریعے سِدّھانت کا دلی مقصد پورا نہ ہوا۔ انہوں نے خیال کیا کہ آڑا ار اور رُدرک رشیوں نے کامیہ وستو کے بھوگ سے اپنے جسم اور من کو علیحدہ کر دیا ہے۔ لیکن جسم اور من کے اندر اب بھی خواہشات کے سامان موجود ہیں۔ وہ اب بھی جسم اور من میں باسنا کی سخت تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ اگر کسی نے پاپ کے صرف فعل سے اپنے آپ کو بچائے رکھا تو کیا ہوا؟ اگر پاپ کرنے کی خواہش کی جڑ نہ اکھاڑ دی جائے تو کیونکر بےفکر ہو سکتے ہیں۔ اس لئے صرف شاستروں کو پڑھ کر گیان حاصل کر لینے یا پاپ کے صرف کاموں سے اپنے آپ کو باز رکھنے سے میں سکھی نہیں ہو سکتا۔ میں اب اپنے جسم اور من کو ایسی حالت میں لے جانے کی کوشش کرونگا۔ کہ پاپ کی خواہش یا چنتا کرنا ہی ناممکن ہو جاوے۔ میں سخت تپسیا کر کے اپنے جسم اور من کو شُدھ کرونگا کیونکہ جب تک ہیرے کو گھس گھس کر اسکی میل بالکل دور نہ کی جائے تب تک اس کی اصلی چمک دمک ظاہر نہیں ہوتی اسی طرح پر اپنے

جسم اور من کو سخت سادھن میں فنا نہ کر دینے سے اس کی سیاہی دُور ہو کر غیر معمولی شکتی پیدا نہیں ہو سکتی ۔

سدھارتھ اسی قسم کے غور و فکر میں اِدھر اُدھر پھرنے لگے یہاں تک کہ وہ اُرُو بِلوا[1] گاؤں میں پہنچے۔ اس گاؤں کے پاس نیرنجن ندی آہستہ آہستہ بہتی تھی۔ مچھلیاں، کچھوے اور مینڈک وغیرہ پانی کے جانور نہایت خوشی سے ندی کے صاف پانی میں کلول کر رہے تھے۔ ندی کے کنارے کے ہرے بھرے درختوں اور خوشبودار پھولوں نے آس پاس کے جنگل کو بہت اچھی طرح سجایا ہوا تھا۔ پرندے درختوں کی اونچی اونچی ٹہنیوں پر بیٹھ کر میٹھی میٹھی آوازوں سے گاتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی چڑیاں بیلوں کے نرم نرم پتوں میں چھپ کر اِدھر اُدھر پھدکتی پھرتی اور خوشی سے چہچہا رہی تھیں۔ درختوں کے نیچے زمین صاف ستھری اور کہیں کہیں بیلوں سے "کنج بن" بنا ہوا تھا۔ اور ندی کے کنارے پر سایہ دار جنگلوں میں نہانے وغیرہ کیلئے سیاہ پتھروں کے بڑے بڑے ٹکڑے جابجا رکھے ہوئے تھے۔ غرضیکہ تمام جنگل بن شانتی اور پوترتا کا گھر معلوم ہوتا تھا۔

اس پُرچمن جگہ کی خوبصورتی کو دیکھ کر سدھارتھ کے دل میں خود بخود دھرم بھاؤ جاگ اُٹھا۔ اور اپنے ملک کی نہایت درگتی کا نقشہ اُن کی اندرونی آنکھوں کے سامنے ظاہر ہوا۔ کہ لوگ حقیقی دھرم کو بھول کر صرف غیر ضروری اڈمبروں میں لگے ہوئے ہیں۔ کوئی منتر جاپ کرنے۔ برت رکھنے، پیپل ٹول کھانے سے ہی سمجھتا ہے کہ اُس نے دھرم حاصل کر لیا۔ کوئی چپ چاپ رہتا ایک وقت کھاتا یا بالکل بھوکا رہتا ہے۔ کوئی کشا کے آسن یا مرگ چھالا پر بیٹھتا ہے۔ کوئی کوپین

---

[1] اُرُو بِلوا کا موجودہ نام ارائل ہے۔ یہ جگہ بُدھ گیا سے ایک میل مشرق کی طرف ہے۔

پہنتا ہے کوئی بالکل ننگا رہتا ہے۔ اور کوئی جسم پر مٹی یا راکھ ملتا ہے۔ کوئی حقہ نوشی کرتا ہے۔ کوئی پنچ اگنی تپتا ہے۔ کوئی ایک ہاتھ اوپر کو اٹھائے رکھتا ہے۔ اور کوئی ایک پاؤں پر کھڑا رہتا ہے۔ کوئی کمبک رچیٹنے کا ایک خاص طریقہ اور کوئی نوشاگنی دھان کی پرالی کو بدن پر لپیٹ کر پراشچت کی غرض سے آگ لگا لینا کرتا ہے۔ کوئی ہوم کرتا ہے۔ کوئی بھوت پریت پشاچ یا چاند۔ سورج۔ برہما۔ وشنو۔ رُدر۔ اندر کی پوجا کرتا ہے۔ کوئی ندی پہاڑ سمندر یا تالاب کو نمسکار کرتا ہے۔ لیکن حقیقی دھرم کو جس سے دل صاف ہو کوئی نہیں جانتا حقیقی دھرم سچا دھیان اور اصلی جوگ نہ جاننے کے باعث انسان کیسی تکلیف پا رہے ہیں! میں جہاں تپسیا میں مشغول ہو کر سچے دھرم کو تلاش کرکے اسے پرکاش کرونگا۔

اِس جگہ کو تپسیا کے لئے بیٹھنے کے قابل خیال کرکے سِدّھارتھ یہیں پر روحانی جنگ کرنے لگے۔ اور حواسوں پر فتح حاصل کرنے پاپ چِنتا کی جڑ اکھاڑنے۔ خیالات کی یکسوئی اور استقلال وغیرہ کے متعلق سادھن کرنے کے لئے وہ ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

اس وقت کونڈنیہ اور اُور چار براہمن لڑکے جو اُن سے پہلے دُنیا کو چھوڑ کر سنیاسی ہو چکے تھے۔ سِدّھارتھ سے آملے۔

زندگی کے حقیقی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اب سِدّھارتھ سخت ریاضت میں مصروف ہوئے اور سِدّھ جوگی ہو کر غیر معمولی طاقت کو حاصل کرنے کیلئے جن جن مشکل سادھنوں کے اندر سے گزرنے کی ضرورت تھی اور جو کچھ انسان کی طاقت میں کرنا ممکن تھا وہ سِدّھارتھ نے کچھ بھی باقی نہ چھوڑا۔ پہلے وہ زمین کے نیچے بیٹھ کر اسپھانک نامی "مہا دھیان" کرنے لگے۔ قوتِ

سلہ اس زمانہ میں بھی لوگ تمباکو کی طرح کسی قسم کے نشے کو پیا کرتے ہونگے۔ مترجم

ارادہ کے ذریعے سے حبس دم کرنا شروع کیا جس درجہ اس سادھن میں کامیاب ہوتے گئے اسی درجہ پھیپھڑوں کا کام بند ہونے لگا۔ حبس دم کرنے کی وجہ سے گرمی کے موسم کا ذکر تو درکنار رہا شدّت کی سردی کے موسم میں بھی اُن کا جسم پسینہ سے تربتر ہو جاتا تھا۔ جسم میں ہوا بند ہونے کی وجہ سے کانوں سے بہت زوردار آواز نکلنے لگی۔ ایسی حالت میں بھی سِدھارتھ نے سادھن سے مُنہ نہ موڑا بلکہ اُلٹا اور بھی دُگنا ارادے کی طاقت کو کام میں لانے لگے جس سے سر اور پیشانی میں تکلیف محسوس ہونے لگی اور پھیپھڑوں وغیرہ میں بھی درد ہونے لگا۔

اسی طور پر سخت ریاضت کرتے کرتے چھ برس گزر گئے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس چھ برس کے عرصے میں اُنہوں نے کبھی ایک بیر کبھی تِل اور کبھی چاول کا ایک دانہ کھا کر زندگی کو قائم رکھا۔ اور جب کبھی ریاضت میں بہت زیادہ محو ہو گئے تو کتنے ہی دن بغیر کھانا کھانے کے گزار دیئے۔ گرمی۔ برسات۔ سورج کی تپش اور سردی کتنی ہی دفعہ آئی اور اُن کے سر پر سے گزر گئی لیکن کسی وجہ سے بھی اُن کے جوگ میں فرق نہ آیا۔

موسم سرما کی سخت سردی کی وجہ سے حیوان بھی کسی درخت کی کھوہ یا پہاڑ کی غار میں پناہ لیتے لیکن راج پتر سِدھارتھ نے ننگے بدن تمام سردی برداشت کی۔ پسوؤں مچھروں اور مکھیوں وغیرہ کے کاٹنے سے جنگل کے جانور بھی چلا اُٹھتے۔ لیکن نازک بدن کمار اُن کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے۔ اس چھ برس کے عرصے میں پالتی مارے ہوئے زانوؤں کو ایک دن کے لئے بھی نہ پھیلایا اور نہ کبھی آسن چھوڑ کر کھڑے ہوئے۔

اس غیر طبعی سادھن کرنے کی وجہ سے اُن کا خوبصورت اور نازک جسم

سُوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ آنکھیں بیٹھ گئیں اور ہڈیاں نکل آئی تھیں۔ اُن کا جسم اس قدر دُبلا اور بدصورت ہو گیا اور شکل ایسی تبدیل ہو گئی کہ دیکھنے سے اُن کو انسان سمجھنا اور پہچاننا مشکل تھا۔ لڑکے بالے اور چرواہے اُن کو پشاچ (جن) خیال کر کے اُن کے جسم پر مٹی اور طرح طرح کی غلاظت پھینک دیتے تھے۔ وہ رفتہ رفتہ اس قدر کمزور ہو گئے تھے کہ ان کے شاگردوں کو یہ سمجھنا مشکل ہو گیا تھا کہ آیا وہ زندہ ہیں بھی یا نہیں۔

اگرچہ سِدھارتھ نے یہ چھ برس بغیر کھانے اور سونے کے گزار دیئے۔ اس عرصے میں ایک دن کے لئے بھی کسی اور چیز کو انہوں نے نہیں دیکھا۔ کسی دوسرے شخص سے ملاقات نہیں کی کچھ اوڑھنا نہیں کی۔ صرف ایک ہی "مہا دھیان" میں ڈوبے رہے۔ مگر پھر بھی سِدھارتھ کی امید پوری نہ ہوئی۔ اس قدر ریاضت کر کے بھی جب وہ سِدھ نہ ہو سکے تو یہ بات اُن کی سمجھ میں آ گئی کہ جسم کو اس طرح سے تکالیف پہنچا کر مقصد پورا نہ ہو گا۔ اور یہی سوچتے سوچتے ایک دن جوگ آسن کو چھوڑ کر اُٹھے اور نِرنجن ندی کے کنارے پر آہستہ آہستہ ٹہلنے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن چند قدم ہی چلے تھے کہ غش کھا کر زمین پر گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔ اور جب اُن کا سانس رُک گیا۔ تو شاگردوں نے سمجھا کہ شاید اس دفعہ سِدھارتھ کی رُوح جسم کو تیاگ کر گئی ہے۔

جب کچھ دیر بعد اُن کے شاگردوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں تو وہ سب بہت منتشر دماغ اور بیقرار دل کی حالت میں اُن کی خدمت کرنے لگے۔ آخر کار بہت دیر بعد سِدھارتھ نے آنکھیں کھولنی چاہیں۔ اور جب آنکھ کھلی اور حالت کسی قدر بہتر ہوئی۔ تب انہوں نے جسم کو حد اعتدال

سے زیادہ دمن کرنے اور تکلیف دینے کی غلطی اور بے سُود اور فضول ہونے کو محسوس کیا۔ اُنھوں نے شروع شروع میں خیال کیا تھا۔ کہ گیروے کپڑے پہن کر سنیاسی کی صورت بنا لینے اور اس طرح پر جسم کو پورے طور پر اپنی مرضی کے موافق تصرف میں لانے اور دُکھ دینے سے ہی گیان کی آنکھیں روشن ہو جائینگی۔ لیکن اب تجربے سے معلوم ہوا۔ کہ دھرم سادھن کے لئے جسم کی جائز حفاظت اور خبرداری کرنا اعلےٰ فرض ہے۔ اس لئے پھر باقاعدہ طور پر خوراک کھانی شروع کی۔ اور آہستہ آہستہ اُن کے جسم میں طاقت آنے لگی۔ چونکہ چھ برس کی سخت ریاضت کے عرصہ میں اُن کا گیروا کپڑا بوسیدہ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہوا تھا۔ اس لئے ایک دن ندی کے کنارے پر رادھا نامی کسی غریب عورت کی لاش کا جو کپڑا شمشان میں پڑا ہوا تھا اسی کو دھو کر سدھارتھ نے پہن لیا۔

اُن کے پانچوں شاگردوں کا بھی یہی یقین تھا کہ جسم کو تکلیف دینے کے بغیر روحانی نتیجہ حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے جب انھوں نے دیکھا کہ سدھارتھ جسمانی طاقت کو قائم رکھنے کے لئے پھر کھانا کھانے اور شرم و حیا کے پاس میں کپڑے پہننے لگے ہیں۔ تو سدھارتھ پر اُن کی مثل سابق اٹل بھگتی نہ رہی اور شاگردوں کا مضبوط وشواس ڈانواڈول ہو گیا۔ وہ خیال کرنے لگے کہ اُن کے گرو سدھارتھ نے دھرم کے راستے کو چھوڑ دیا ہے اور وہ سب کے سب اُن سے علیحدہ ہو کر کاشی کے نزدیک ایک رشی کے آشرم میں چلے گئے۔

اوّل تو جس سادھن کو سدھارتھ نے اپنی دل کی مراد بر آنے کا ذریعہ سمجھا تھا۔ اور جس کے پورا کرنے میں اُنھوں نے اپنا تن من اور ساری طاقت لگا دی تھی۔ اُس سادھن کے ذریعے اصلی مقصد حاصل نہ ہوا۔

دوم جب اُن کے دل میں یہ کشمکش ہو رہی تھی کہ وہ دھن کس طرح حاصل ہوگا؟ جس کیلئے مدت سے دل بیقرار ہے۔ اور اسی وجہ سے اُن کا دماغ طرح طرح کے شکوک اور ذہنی الجھنوں سے منتشر اور ڈانواڈول حالت میں تھا۔ تو ایسے نازک وقت میں جبکہ انسانی کمزور روح کے لئے اپنے سچے دھرم ساتھیوں کی طرف سے ہمت اور آشا پھونکنے والے کلام یا مشورت کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ افسوس! کہ اُن کے شاگرد اُن کو جنگل میں اکیلا چھوڑ کر چلتے بنے۔ اب وہ بالکل اکیلے رہ گئے۔ کوئی بھی ان کے ساتھ نہ رہا جو اس کشمکش کے وقت انکے ساتھ ہمدردی کرے۔ ایسی بیکسی کی حالت میں جب وہ چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا دیکھنے لگے۔ تو مار دیو انسان کی شکل بنا کر اُن کے پاس آیا۔

جب تک آدمی کا سچائی پر مضبوط وشواس رہتا ہے تب تک اکثر پرلوبھن پاس نہیں آتا لیکن جب انسان وشواش کھو بیٹھتا ہے تب ہی پرلوبھن کو حملہ کرنے کا موقع ملتا ہے جب تک انسان کی نگاہ میں پاپ کی خوفناک اور دکھدائی تصویر رہتی ہے اُس وقت تک انسان پاپ کا رج کرنے کے لیے آسانی سے تیار نہیں ہوتا اس لئے پاپ بسا اوقات غلط دلیل کی پناہ لیکر یا دھرم کی شکل قبول کر کے انسان کے دل پر فتح حاصل کر لینا چاہتا ہے۔

اس وقت سِدھارتھ کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا۔ مار خیر خواہ دوست کی طرح نہایت میٹھی زبان میں سِدھارتھ سے کہنے لگا کہ:-

"اے شاکیہ پُتر! اُٹھو! اپنے جسم کو کیوں بیفائدہ تباہ اور برباد کر رہے ہو! جسم کی رکھشا کے بغیر کیا دھرم کی پیروی ہو سکتی ہے؟ میں تم کو دیکھ کر بہت دکھی ہوں۔ تمہارا جسم سوکھ گیا ہے۔ تمہارے جسم کا حسن اور خوبصورت رنگ

اڑ گیا ہے۔ تمہاری موت نزدیک ہے۔ اس راستہ کو چھوڑ کر اور اپنے راج میں واپس جا کر، اگر جگ کرنے والوں کو دھن دولت دان دو تو ہیں بہت بڑا ثواب حاصل ہوگا''۔

مار کی اس بات کو سن کر سدھارتھ کے بگڑے ہوئے اور نا امید دل میں جوش آگیا۔ اور وہ خوب تیج کے ساتھ بولے کہ :-

''مجھ کو ورغلانے کے لئے تو کیوں بیفائدہ کوشش کرتا ہے۔ جو بے سمجھ ہیں جن کو دھرم اور ادھرم پاپ اور پن کا علم نہیں وہی لوگ تیرے دم جھانسوں میں آکر گمراہ ہوتے ہیں۔ جسمانی اور نفسانی سکھ۔ کام۔ کرودھ۔ بھاشا خود پسندی۔ اہنکار۔ شک۔ اور ناشکرا پن یہ آٹھوں تیرے سیناپتی (سپہ سالار) دنیاوی دھن اور عزت کی خواہش رکھنے والوں کو ہی شکست دے سکتے ہیں۔

میں موت کی پرواہ نہیں کرتا۔ موت میں ہی میری زندگی ہے۔ میں برہمچرج پرایَن ہو کر اپنی زندگی بسر کرونگا۔ اس برت کو کبھی نہ توڑوں گا۔ جس طرح ہوا ندی کے پانی کو خشک کرتی ہے۔ اسی طرح موت ایک دن اس جسم کے خون کو خشک کرلیگی۔ مجھے اس میں کچھ بھی تعجب کی بات نظر نہیں آتی۔ بلکہ خون اور گوشت کے خشک ہو جانے پر دل کو بشاشت حاصل ہوگی۔ قوت سمادھی اور آزادی مضبوط اور پائدار ہوگی۔ اس وقت مجھکو افضل ترین گیان حاصل ہوگا۔

جس کا دل نربل ہے اس کو جسم کی کیا ضرورت ہے۔ بہادری دانائی اور ہمت اس وقت بھی مجھ کو حاصل ہے۔ میں اس دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں دیکھتا جو مجھ کو میرے مصمم ارادے سے پھرا سکے۔

تپ جیون سے موت ہی بہتر ہے۔ حواسوں کی غلامی میں رہ کر زندگی بسر

کرنے کے مقابلہ میں مرجانا ہی اچھا ہے۔ تُو دُور ہو۔ تو مجھ کو نہیں چھُو سکیگا"۔

مار کی تمام طاقت ایک گھڑی میں چُورن ہو گئی اور پاپ باسنا دھرم کی روشنی کی طاقت کے سامنے نہ ٹھیر سکی۔

سِدّھارتھ نے اپنے دلی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے پہلے جس طریقے کو اختیار کیا تھا وہ بے سُود ثابت ہوا۔ اور ساتھیوں نے بھی اُن کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ایسی حالت میں وہ چاروں طرف اندھکار ہی اندھکار دیکھنے لگے اور اُن کے دل و دماغ کی یہ حالت ہو گئی کہ وہ کچھ فیصلہ نہ کر سکتے تھے کہ اب کیا کرنا چاہئیے۔

وہ سوچتے تھے کہ "کیا میری امید پوری نہ ہوگی؟ کیا کوئی ایسا سادھن نہیں؟ ایسا طریق نہیں کہ جس کو اختیار کرنے سے دل ہر ایک چیز کی ہستی کے علم سے اوپر جا سکے"۔ ساعت بساعت طرح طرح کے شکوک اُن کے دل پر حملہ کرنے لگے۔ جن درشن شاستروں پر اتنے دنوں سے یقین کرتے چلے آتے تھے اُن کی سچائی میں شک پیدا ہو گیا۔ اور جس جسمانی سخت ریاضت کو مُکتی (نجات) حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھا تھا اُس سے شانتی نہ ملی۔

اگرچہ کتنے ہی برسوں سے دُنیا اور دُنیوی سُکھوں کو فانی چند روزہ تبدیلی پذیر اور ناپائدار محسوس کرتے چلے آتے تھے اور اُن کا یہ پختہ یقین تھا کہ اس دُنیا میں پاپ کا بیج موجود ہے۔ اور اس بیج سے جلد یا بدیر زہریلے پھل ضرور پیدا ہونگے۔ لیکن اس وقت وہی اسار سنسار ایک اور نئی صورت قبول کر کے اُن کے سامنے آموجود ہوا۔ دولت اور بڑائی کی مُورت گھر کا اپار سُکھ۔ رشتہ داروں کا اٹل پریم۔ ایک ایک کر کے ان کے سامنے سے گزرنے لگے۔ اور وہ اُن تمام سُکھوں کے نظاروں کو دیکھ کر دل میں سوچنے لگے کہ "لاؤ گھر ہی واپس

چلا جاؤں؟ مجھے دیکھے بغیر پتا کو جو ناقابل برداشت اور بیان سے باہر تکلیف ہوئی ہے۔ ماتا گوتمی نے جس دکھ سے آنچل چھوڑ دیا ہے۔ میری جدائی سے گوپا جو ایک بیوہ سے بھی زیادہ دکھ پا رہی ہے۔ راہُول جو پتا کے جیتے جی ہی یتیم ہو گیا ہے۔ دوست اور رشتہ دار جس رنج و الم سے غمگین اور پژمردہ ہیں یہ سب دکھائی۔ نامرغوب اور عذاب دہ نظارے جب آنکھوں کے سامنے آئے تو سدھارتھ کا مضبوط اور سنگین دل بھی جس نے اس قدر مصمم عہد کیا ہوا تھا پگھل گیا۔ اور اس حالت میں ایک دفعہ یہ جی میں آیا کہ اچھا گھر ہی واپس چلا چلوں ۔

اُس کے بعد ہی یہ خیال آیا کہ "میں نے جو پتا کو ایک معنوں میں جیتے جی ہی مار دیا ہے۔ استری کو بدھوا کیا ہے۔ راج بھون کو شمشان بھومی بنایا ہے اور خود بھی اتنی مصیبت اور تکلیف اٹھائی ہے ۔

تو کیا میں نے جس اعلیٰ مقصد کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے بیفائدہ ثابت ہوگا۔ کیا انسان کے کھڑا ہونے کیلئے کوئی نشچت بھومی نہیں۔ اگر مکتی کا راستہ ہی نہ ملا۔ تب یہ فانی اور ناپائدار جسم رکھنے سے کیا حاصل؟ اگر جیووں کے دکھ کا بوجھ دور نہ کر سکا تو اور زیادہ دنوں تک زندہ رہنے سے کیا فائدہ؟

سنسار میں واپس چلے جانے سے کیا یہ اداس اور ناامید دل اب سکھی ہو سکیگا؟ جس چیز کے لئے یہ دل پاگل ہوا ہے۔ وہ سنسار میں تو نہ ملیگی سنسار میں اب میرے لئے سکھ نہیں۔ بس میرا گھر واپس جانا نہ ہو سکیگا۔"

ہائے ہائے! سدھارتھ! اجب تمہارے دکھ کی کہانی یاد آتی ہے تو آنسو روکے نہیں جاتے۔ شاستروں کے بتلائے ہوئے غلط طریقوں پر چل کر تم نے سمجھا تھا کہ میں اپنی ہی طاقت کے ذریعے مکتی کا راستہ نکال لونگا۔ اور اس

صداقت پر بھروسہ نہ کرکے کہ "ایشور کرپا سے جیو کی مکتی ہوتی ہے" تم نے کیا کیا تکلیف اور دُکھ نہیں اُٹھائے۔

ناامیدی سے سِدھارتھ کا دل بیٹھا جانے لگا۔ اور اس امر کو سوچتے سوچتے کہ اب کونسا راستہ اختیار کرنا چاہئیے وہ بیہوش ہو گئے۔ اس بیہوشی کی حالت میں انہوں نے خواب میں دیکھا کہ دیوراج اِندر ہاتھ میں ایک تین تاری بینا (ستار) لے کر اُن کے سامنے آ موجود ہوئے۔ بینا کی ایک تار بہت کھنچی ہوئی تھی۔ اس لئے اُس سے نہایت کرخت آواز نکلتی تھی۔ اور ایک تار بہت ڈھیلی تھی اس واسطے اُس سے کچھ بھی آواز نہ نکلی۔ لیکن تیسری تار ٹھیک اور مناسب طور پر کسی گئی تھی اس لئے اُس سے سُریلی اور میٹھی آواز نکلی جس نے چاروں طرف میٹھا اور سہاونا نظارہ پیدا کر دیا۔ اس خواب کے دیکھتے ہی اُن کے دل سے ناامیدی کی تاریکی دُور ہوئی۔ اور اُس کی جگہ اُمید کی روشنی نازل ہوئی۔ فکر اور تردد کی جو گھٹا اُن کے دل پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ چلی گئی اور وشواس اپنی زندہ طاقت کا اثر دکھانے لگا۔ اور اب وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ایک طرف حد سے زیادہ جسم کو طرح طرح کی تکلیف دینا اور فاقہ کشی وغیرہ کرنا اور دوسری طرف دُنیوی عیش و عشرت اور جسمانی سُکھوں کا غلام ہو جانا۔ یہ دونوں ہی راستے ٹھیک نہیں۔ اعتدال یعنی میانہ روی کا راستہ ہی ٹھیک راستہ ہے۔ اس روشنی کے ملنے پر اُن کے دل میں اب یہ وشواس مضبوط ہوا کہ اسی درخت کے نیچے بیٹھ کر دھیان کرنے سے دلی مقصد پورا ہو گا۔ اس لئے انہوں نے جسم کو طبعی حالت میں رکھ کر دھیان کے سمندر میں ڈوبنے کا ارادہ کیا۔

اُرو بِلو جنگل کے نزدیک سیناتی گاؤں میں سُجاتا نامی ایک پاک

اور نیک دل پتی برتا اور دھرم پرائنا عورت رہتی تھی۔ یہ نیک دل عورت اس گاؤں کے ایک دولتمند شخص کی لڑکی تھی۔ اس نے بچپن میں نیگرودھ درخت کے اَدھشٹاتری (رہنے والے) دیوتا سے منّت مانی تھی کہ اگر مجھے حسب دلخواہ سوامی نصیب ہوا اور میرے گھر پہلی اولاد لڑکا ہو تو میں ہر سال ماہ چیت کی پورنماشی کے دن اس درخت کے دیوتا کو اُس کی مرضی کے موافق بھینٹ دیا کروں گی۔ آج دیوتا کے پاس اُس عہد کے پورا کرنے کا دن تھا۔ اس موقع کی تقریب میں اُس نے موٹی تازی ہزار گائے منتخب کیں۔ اور اُن کا میٹھا دودھ پانسو گؤوں کو پلایا۔ اور پھر اُن کا اڑھائی سو کو۔ اس طور پر آخر گؤوں کی تعداد گھٹتے گھٹتے آٹھ تک پہنچ گئی۔ اور یہ آٹھوں گوئیں نہایت شیریں دودھ دینے لگیں۔ سُجاتا نے اس دودھ کی کھیر بنا کر اپنی داسی (نوکرانی) پُورنا کو حکم دیا کہ "اے پُورنا جاؤ۔ نیگرودھ درخت کے نیچے جھاڑو دو اور اُس جگہ کو اچھی طرح صاف کرو"۔

پُورنا اپنی مالکہ کے حکم کو سُن کر اُس کی تعمیل کے لئے روانہ ہوئی۔ سِدّھارتھ رات کے آخری حصّے میں اُسی درخت کے نیچے جا کر بیٹھے تھے۔ پُورنا نے اُس درخت کے نیچے ایک عجیب غریب مورتی دیکھی۔ اور دوڑتے ہوئے جا کر سُجاتا کو یہ خبر دی۔ سُجاتا نے خوشی سے بھر کر کہا کہ "اے پُورنا! آج سے تم میری لڑکی ہوئیں"۔ اور کپڑے اور زیور پہن سونے کے برتن میں کھیر ڈال دوسرے سونے کے برتن سے اُسے ڈھانپ اور سفید کپڑا اُس پر ڈال کر سر پر رکھے ہوئے اُس درخت کے نیچے آ پہنچی۔ سُجاتا نے درخت کے نیچے اُس عجیب شکل کو دیکھ کر خیال کیا کہ دیوتا آج خوش ہو کر اِس صورت میں پرگھٹ

ہوئے ہیں۔ اس لئے سُجاتا نے خوشبودار عطر اُن کے سر پر مل کر بھگتی کے ساتھ کھیر آگے رکھ دی۔ اور سدھارتھ نے یہ کہ کر اُسے قبول کیا کہ "تمہاری کامنا پوری ہو"۔ سُجاتا خوش خوش گھر واپس آئی۔

سدھارتھ کھیر ہاتھ میں لئے نِتی رنجن ندی کے کنارے پہنچے۔ چھ برس کے بعد ندی کے پانی میں اشنان کر کے گرم اور تپتے ہوئے جسم کو ٹھنڈا کیا۔ کنارے پر بیٹھ کر بہت رغبت کے ساتھ شکم سیر ہو کر کھیر کھائی۔ اور سونے کا برتن ندی کے پانی میں پھینک دیا۔ سدھارتھ نے نِتی رنجن ندی کے نزدیک بن کے پھولوں سے سوگندھت (خوشبو سے مہکدار) ایک نرجن جگہ میں سارا دن خرچ کیا اور شام کے وقت وہاں سے اُٹھ کر جنگل کے اندر چلے گئے سامنے ایک بہت بڑا بڑ کا درخت۔ دیکھ کر اُس طرف چلے۔ راستے میں سوشتک نامی ایک گھسیارے سے نہایت خوبصورت نرم اور سبز دوب مانگ کر اُس سے اُس بڑ کے درخت کے نیچے بیٹھ کر جوگ کرنے کے لئے ایک آسن تیار کیا۔ اس آسن پر بیر آسن[1] لگا کر بیٹھ گئے۔

"اسی آسن پر خواہ میرا جسم خشک ہو جائے گوشت۔ پوست۔ ہڈیوں کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ مگر جب تک بہت مشکل سے حاصل ہونے والا پرم گیان نہ پاؤنگا تب تک میرا جسم اس آسن سے نہ ہلیگا"۔ اس مضبوط پرتگیا (عہد) سے اپنے دل کو باندھ کر سدھارتھ دھیان ساگر میں محو ہو گئے۔

دھرم کی دولت کس قدر محنت سے حاصل ہوتی ہے! لیکن ایک گھڑی

[1] بائیں ران پر دایاں پاؤں اور دائیں ران پر بایاں پاؤں اور دائیں پاؤں کے تلوے پر بایاں ہاتھ اور بائیں پاؤں کے تلوے پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی رکھ کر اوپر کی طرف منہ کر کے سیدھے جسم سے بیٹھنے کا نام بیر آسن ہے۔ اس کا دوسرا نام پدم آسن بھی ہے۔

بھر کی کمزوری سے بہت مدت کی تپسیا کا جمع کیا ہوا دھرم دھن برباد ہو جاتا ہے۔ انسان جس قدر دھرم راہ میں ترقی کرتا ہے اُسی قدر نئی نئی طرح کے پُر لوبھن ترغیبات، آ کر اُس کو گمراہ کر دینے کا موقع پاتے ہیں جب تک پاپ کی جڑ کُلّی طور پر نہ اُکھڑ جائے۔ تب تک انسان کے لئے اُس سے بے فکر ہونے کا موقع کہاں ہے؟

کہا گیا ہے کہ جب سِدّھارتھ ایسا مضبوط عہد کرکے بیٹھے تھے۔ اُس وقت میں مار نے اپنی کنیاؤں راگ۔ ارتی اور ترشنا کو سِدّھارتھ کا جوگ بھنگ کرنے کیلئے بھیجا۔ یہ لڑکیاں اپنی خوبصورتی کو چاروں طرف پھیلا کر سِدّھارتھ کے دل کو فریفتہ کرنے کے لئے کوشش کرنے لگیں۔ "نمکین پانی پینے سے کس کی پیاس دور ہوتی ہے؟ بُلبلے کی مانند ایک لمحے میں مٹ جانے والی خوبصورتی کو بھوگنے سے کس کی سیری ہوتی ہے؟ کون اُس زہر کو اپنے ہاتھ سے پیتا ہے کہ جو اِس لوک اور پرلوک کے دُکھ کی جڑ ہے"۔

یہ کہہ کر سِدّھارتھ نے اُن عورتوں کو رخصت کیا۔ اُس کے بعد مار اپنی فوج اور لشکر کو لے کر سِدّھارتھ کے فتح کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ مار نے غرور سے بھر کر کہا۔ کہ "میں کام کا مالک ہوں۔ میں تمام لوکوں میں موجود ہوں۔ دیوتاؤں۔ اُسروں۔ انسانوں اور دیگر مخلوق میں میں بیاپت (پھیلا ہوا) ہوں سبھی میرے بس میں ہیں۔ اُٹھ! میری پیروی کر۔" بُدھ چونکہ دھیان ساگر میں محو ہوئے ہوئے تھے۔ مار کا یہ کلام اُن کے کانوں تک نہ پہنچا۔ مار نے سمندر کی طرح گرج کر کہا کہ ہے شرمن! تُو اکیلا میرے ساتھ جنگ کیا کر سکیگا؟ تو جس چیز کے پانے کا خواہشمند ہے۔ اس کا ملنا بہت مشکل ہے۔ بھِکشو انگرا

وغیرہ رِشی نہایت سخت تپسیا کرکے بھی اس پرم پد کو نہیں پا سکے۔ تو اِنسان ہو کر کس طرح سے اس درجہ کو حاصل کر سکیگا؟ اس دفعہ سِدّھارتھ کا دھیان ٹوٹ گیا۔ اور اُنہوں نے بہت جوش کے ساتھ یہ کہا کہ "جن کی عقل غصّے سے تاریک ہوئی ہوتی ہے۔ یا جو سُوَرگ کی خواہش رکھتے ہیں۔ ایسے رِشیوں نے ناواقفیت کے باعث غلط طریق سے تپسیا کی تھی۔ اُن کے آتما میں نِرتا درانت کا گیان تھا وہ کسی لوک میں جانے کو ہی موکھش (نجات) خیال کرتے تھے۔ حقیقت میں سچا گیان نہ پاکر اُنہوں نے پرم پُرش کا ذکر کیا ہے۔ کسی نے کہا ہے۔ کہ وہ پُرش سرب بیاپی ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ وہ محدود ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ وہ نِت ہے۔ کسی نے ساکار۔ کسی نے نِراکار۔ کسی نے سگُن اور کسی نے نِرگُن۔ کسی نے کرتا (خالق)، اور کسی نے اکرتا کہا ہے۔ میں اس آسن پر بیٹھ کر آج وہ نِرمل گیان حاصل کرونگا جس سے ہے مار۔ تجھ کو مع تیری فوج کے شکست دے کر قتل کرونگا۔ اور اس دُنیا میں سے جنم مرن کو دُور کرکے اُس کی جگہ ہُوں کے بھاؤ اور دُکھ کے ناش کرنے والے نِروان پد کو قائم کرونگا"۔

دھرم گیان کے حاصل کرنے کے لئے میں پِتا ماتا۔ استری۔ پُتر۔ دھن جن اور ہر ایک قسم کے سُکھ اور آرام کے سامانوں سے محروم ہوا ہوں۔ طرح طرح کی ناقابل برداشت تکالیف اور مصیبتیں سر پر جھیلی ہیں۔ یہ سب کچھ کرکے کیا میں پر لوبھن میں ڈوب سکتا ہوں"؟ یہ کہ کر سِدّھارتھ نے اپنے دل پر عہد کی اکھشے (ناقابل شکست) کوَچ (زرہ بکتر) پہن لی۔

اس سنکلپ کے پرتاپ سے پر لوبھن کی جڑ اُکھڑ گئی مار کی تمام کوشش بیفائدہ ثابت ہوئی۔ سُورج کے غروب ہونے کے وقت دھرم بھاؤ نے فتح

حاصل کی جب انہوں نے پاپ اچھا کو کلی طور سے بس میں کر لیا تو دل دھرم حاصل کرنے کے لئے یکسو ہوگیا۔ اور یہ گیان روشن ہوگیا کہ حواس اَنِت۔ اُن کے بھوگنے کے سامان اَنِت۔ اور اُن کا ہر ایک قسم کا سُکھ اَنِت ہے ؞

جس شخص کا یہ گیان ہمیشہ صاف ہو کہ یہاں کے سب ہی پدارتھ اسار ہیں۔ وہ پھر حواسوں کی غلامی میں گرفتار نہیں ہو سکتا ؞

وہ سنیجم (قابو) کر کے زبان کو نیم کے اندر لے آئے۔ اب زبان ست کو چھوڑ کر اَست بولنے کے قابل نہ رہی۔ دل کو دیا۔ پریم اور پوِترتا سے بھر لیا اس لئے اندرونی دشمنوں کا جوش میں آنا ناممکن ہوگیا جب حواس اور دل اپنے قابو میں ہو گئے تب سُکھ اور دُکھ۔ انُوراگ (اُلفت) اور بیراگ (نفرت) ، استُوتی (تعریف) اور نِندا کی پہنچ سے اوپر چلے گئے۔ دھرم حاصل کرنے کے لئے انسانی دل کو جس بھاؤ یا حالت کی ضرورت ہوتی ہے۔ سِدھارتھ نے وہ حاصل کر لی۔ پاپ کا خیال دور ہوا۔ اور اب دھرم گیان حاصل کرنے کے لئے مہا سمادھی شروع کی ؞

اوّل۔ ست کیا؟ اور اَست کیا؟ نِتّ کیا؟ اور انِتّ کیا؟ یہ سبھی ترک (جانچ پڑتال کرنے والی) ، سمادھی کرنی شروع کی۔ اس کے بعد نِتّ اور انِتّ کے ساتھ اپنی ذات کے سمبندھ کے متعلق بچار کرنے والی سبھی چار سمادھی میں مصروف ہوئے۔ نِتّ اور انِتّ میں فرق کا گیان ملتے ہی اُن کا دل ایک لاثانی اور غیر معمولی خوشی سے ناچ اُٹھا ؞

دوم۔ جب دیکھا کہ سنسار میں ایک ہی وستُو (شئے) نِتّ ہے۔ اور باقی سب چھایا یا مانند ہے۔ تب جانچ پڑتال اور بچار کو چھوڑ کر ایکانت میں اُسی ایک ہی وستُو کے چنتن میں نِربِترک (بے دلیل) ، اور نِربچار

(سوچ بچار سے اوپر) سمادھی میں اعلےٰ درجہ کا سُکھ حاصل کرنے لگے۔

سوم۔ نِش پرتیک (نفرت و اُلفت سے اوپر) دھیان سے پریتی اور براگ دونوں کی طرف سے ہی اُن کے دل میں لاپروائی پیدا ہوئی لیکن اب بھی سُکھ اور دُکھ کی یاد دُور نہیں ہوئی۔ اور جسم اس وقت تک بھی سنسارک سُکھ اور دُکھ کو محسوس کرنے کے قابل تھا۔

چہارم۔ جب نِر بیج (بغیر منشاء) سمادھی سے اُن کا سُکھ اور دُکھ دونوں ہی چلے گئے اور دل کی پرسنّتا اور بشاد (خوشی و رنج) دُور ہوئے۔ تب سُکھ اور دُکھ کی طرف سے لاپرواہی حاصل ہوئی۔ اور اُن کی یاد تک پاک ہو گئی۔ سِدّھارتھ اس حالت میں اپنے آپ کو بھول گئے اور ایسی حالت میں پہنچ گئے کہ اب اُن کو اپنی کوئی الگ ہستی محسوس نہ ہوئی۔ سِدّھارتھ کو جب ایسے دھیان اور سمادھی میں معلوم ہوا۔ کہ ایک وستو ہی ست ہے اور باقی سب اسار ہے۔ تب اپنا سب کچھ اُسی ایک وستو میں ارپن کیا۔ اور وہی ایک وستو اُن کے لئے تمام سُکھ بن گئی۔ اور اُسی ایک میں مگن ہو کر سوائے اُس کے اپنا آپ بھی نظر نہ آیا۔ رات کے پہلے حصے میں جب سِدّھارتھ کی یہ حالت ہوئی تب اُنہوں نے پرم گیان حاصل کیا۔ اگیان کا اندھیرا دُور ہوا۔ اور دِبّ چکشو (اندرونی یا روحانی آنکھ) سے جیووں کو دیکھا۔

دھیان کے سروت میں بہتے ہوئے رات کے درمیانی حصے میں اُنکو یہ گیان ملا۔ کہ اُن کی کوئی جنم بھومی (جائے پیدائش) نہیں۔ نام نہیں گوتر (خاندانی تعلق) نہیں ذات نہیں۔ برن (برہمن وغیرہ چار برن) نہیں جیون نہیں۔ عمر نہیں اور وہ گزشتہ بودھی ستووں کے خاندان سے ہیں۔

رات کے ختم ہونے کے وقت اُنھوں نے سمجھا۔ کہ بڑھاپا اور موت شخصیت
کی ہستی کے گیان سے پیدا ہوتا ہے۔ جنم مرن کی بنیاد شخصی ہستی کے گیان
سے ہے۔ اور ہستی کا گیان جگت کے گیان سے ہوتا ہے اور یہ جگت اُپادان
یعنی چار عناصروں کا پھل ہے اور یہ اُپادان باسناؤں کا پھل ہے۔ ترشنا۔
بیدنا (بیرونی چیزوں کا گیان) کا پھل ہے۔ بیدنا سپرش (اندریوں کے
بشوں کے ساتھ اندریوں کا جوگ) کا پھل ہے۔ اور سپرش من اور پانچ
اِندریوں کا پھل ہے۔ اور من اور پانچ اندریاں نام (حواسوں کے سامان)
سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور نام بگیان (میں ہوں کا گیان) سے پیدا ہوتا ہے۔
اور بگیان سنسکار (پربرتی یا رغبت) سے پیدا ہوتا ہے۔ اور سنسکار اودیا
(نہیں کو ہے اور نِت کو انِت سمجھنا) کا پھل ہے۔ اس واسطے اگر اودیا
دُور ہو جاوے۔ تو جنم مرن نہ رہیگا۔ صبح صادق کے وقت سدھارتھ کو
یہ گیان حاصل ہوا۔ اور اتنی مُدت کے بعد اُن کی اُمید پوری ہوئی۔
جس گیان حاصل کرنے کے لئے راج پُتر سنیاسی ہوئے تھے۔ جس
گیان پانے کے لئے غیر معمولی تپسیا اور سخت جسمانی ریاضت کی تھی۔
آخرش اتنی مدت کے بعد وہ گیان حاصل کرلیا۔ جوانی کی حالت میں جس
بڑھاپے اور موت کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئے تھے۔ سخت سادھنا کے
بعد اُس کی پہنچ سے اوپر رہنے والا گیان حاصل کیا۔ لیکن اب تک بھی
سدھارتھ سدھ نہیں ہوئے۔ محض گیان حاصل کر لینے سے انسان
سدھ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اودیا کو اپنی زندگی سے قطعی دور کرنا اپنے
لئے اُس کو ایک ناممکن امر بنا دینے کی غرض سے سدھارتھ دگنے جوش

اور اُتساہ کے ساتھ دھیان کرنے لگے۔ دھیان کرتے کرتے اُن کے دل سے آتم گیان (اپنی ہستی کا علم) اور وشو گیان (چیزوں کا علم) دُور ہو گیا۔ اور اُن کے تمام شکوک اور متھیا دھرم مت (غلط مذہبی عقاید) رفع ہو گئے۔ دھیان لگاتار جاری رہا۔ اور اندرونی دشمن بھی ہمیشہ کے لئے چلتے بنے۔ یہاں تک کہ دل کی پوشیدہ سے پوشیدہ تہ کے اندر بھی جو پیارے سے پیارے اور مرغوب سے مرغوب پاپ چھپے ہوئے تھے۔ وہ بھی بھاگنے لگے۔ سدھارتھ پوری طاقت اور پورے اُتساہ کے ساتھ دھیان کرنے لگے۔ کہ جس سے اُن کے ہر قسم کے پاپ نیست و نابود ہو گئے ؞

سدھارتھ نے اس طرح پر مرکز زندگی پائی۔ اُن کا جسم مثل مُردہ کے بےحس و حرکت ہو گیا۔ اور مثل جڑ کے پڑا رہا۔ اُن کے جسم کی حرکت بند ہو گئی۔ اب اُن کے دل میں چنچلتا نہیں۔ اُمید نہیں۔ ترشنا (حرص) نہیں۔ انوراگ (اُلفت) نہیں۔ ویراگ (نفرت) نہیں۔ اِچھا (خواہش) نہیں۔ اُوداسین بھاؤ (لاپرواہی اور غفلت) بھی نہیں۔ اب وہ اعلیٰ درجہ کی شانتی میں باس کرنے لگے۔ اب اُن کے سکھ اور دُکھ اور اُن کی اندریوں اور اچھا کا نروان ہو گیا سدھارتھ کو نروان حاصل ہوا۔ سدھارتھ بدھ ہوئے۔ جس درخت کے نیچے وہ بدھ ہوئے۔ وہ درخت بودھی درم[1] کے نام سے مشہور ہوا ؞

نروان حاصل کر کے بدھ دیو نے پہلا ہفتہ بودھی درخت کے نیچے دھیان کے آنند میں۔ دوسرا ہفتہ جس بودھی منڈپ کے اوپر بیٹھ کر اُن کی تمام اُمیدیں

---

[1] اس بودھی درخت کے انکر سے پیدا ہوا ہوا درخت اب بھی موجود ہے حضرت مسیح سے ۳۰۰ برس پہلے بودھی درم کی ایک شاخ سنگھل دیپ کے انورادھا پور شہر میں لیجا کر لگائی گئی تھی۔ وہ بھی موجود ہے۔ ایک یہ درخت اس پرتھوی میں سب سے پرانا ہے۔ سنہ ۵۰۰ء میں امر سنگھ نے بدھ گیا کا مندر تعمیر کرایا۔ اسکی ٹوٹی بنیادوں پر موجودہ مندر قائم ہے ؞

پوری ہوئی تھیں اُسی بودھی منڈپ کے دیکھنے کے سُکھ میں۔ تیسرا ہفتہ بودھی درخت کے نیچے ٹہل کر گزارا۔ اب اُن کا اس آرام کی جگہ یا سُکھ کے استھان کو چھوڑنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ چوتھا ہفتہ بودھی درخت کے شمال مغرب میں اس نرالے دھرم کی چنتا میں۔ پانچواں ہفتہ موچُو کُنڈ[1] درخت کے نیچے۔ اور چھٹا ہفتہ اجپا لکا کے نیگرودھ درخت کے نیچے چنتا اور نروان کے بھوگنے میں پورا کیا۔ ساتواں ہفتہ تاڑ کے درخت کے نیچے بسر کیا۔ نروان حاصل کرنے کے بعد بُدّھ نے بلا کسی قسم کی ضرورت اور خواہش محسوس کرنے کے سات ہفتے بودھی درخت کے نزدیک قیام کیا۔ اس عرصہ میں ایک دن کے لئے بھی بھوکھ اور پیاس اُن کی توجہ کو کسی دوسری طرف مائل نہ کر سکی ؞

جب بُدّھ تاڑ کے درخت کے نیچے قیام کرتے تھے۔ اُس وقت تریوش اور بھلک نامی اوڑیسہ کے رہنے والے دو بھائی اشیاء خوردنی کی ایک گاڑی بھر کر اُدُّبلو جنگل میں آموجود ہوئے۔ اُن کی گاڑی کے پہئے ریت میں دھس گئے۔ گاڑی کو نکالنے میں امداد حاصل کرنے کے لئے اِدھر اُدھر پھرتے ہوئے اُنہوں نے درخت کے نیچے بُدّھ کی پرستیہ مُورتی (نورانی چہرہ) دیکھی۔ درشن کرتے ہی اُن کے دل میں شردھا اور بھگتی کا بھاؤ اُچھل پڑا۔ اُنہوں نے طرح طرح کی کھانے کی چیزیں بُدّھ کو کھانے کے لئے دیں۔ بہت دن تک بھوکھا رہنے کے بعد بُدّھ نے اچھا بھوجن کر کے سیری حاصل کی۔ اور دھاآنند کے ساتھ پھر تاڑ کے درخت کے نیچے جا کر چنتا ساگر میں محو ہو گئے ؞

---

[1] ایک قسم کے پھولوں کا درخت ؞